كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

مثنوی عقد گوہر

یعنی

موتیوں کا ہار

جسمیں مثنوی شریف مولنا روم رحمۃ اللہ علیہ کی حکایتوں کا
سلیس اردو منظوم ترجمہ

مترجمہ

خان بہادر پیرزادہ محمد حسین صاحب۔ ایم۔ اے
سی۔ آئی۔ ای۔ سابق سشن جج

جسکو

نذیر حسین و حافظ شریف حسین تاجران کتب نے
حسب اجازت جناب مترجم ممدوح الصدر اپنے

رحمانی پریس دہلی میں طبع کیا

قیمت ڈیڑھ روپیہ
کاتب محمد احمد ثانی بیت الکتابت دہلی

مولانا شبلی نعمانی کی تصانیف

الفاروق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل سوانحمری اسلامی قوانین کا اجرا رسول خدا کی وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت تقریباً ۸۰۰ صفحات قیمت دو روپیہ (عـ۲/)

سیرۃ النعمان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کے حالات اور فن فقہ پر تفصیلی ریویو۔ کاغذ چکنا ولائتی سفید ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عـہ)

الغزالی حضرت امام غزالی کے حالات زندگی۔ امام غزالی کی ولادت۔ غزالی کی وجہ تسمیہ۔ امام صاحب پر ایک قزاق کے طعنہ کا فوری اثر ۱۶۸ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عـہ)

المامون یعنی نامور فرمان روایان اسلام کا پہلا اور پہلا اور دوسرا حصہ۔ خلیفہ مامون رشید کی مکمل سوانحمری کاغذ چکنا ولائتی ضخامت ۱۶۸ صفحے قیمت ڈیڑھ روپیہ (عـہ)

سفرنامہ روم وشام ومصر حضرت مولانا شبلی نعمانی نے ممالک اسلامیہ کے جو سفر کئے ہیں ہر مقام کے تفصیلی حالات نہایت تحقیق سے فراہم کئے ہیں ۱۶۰ صفحے قیمت ڈیڑھ روپیہ عـہ

اورنگ زیب پر ایک نظر شہنشاہ عالمگیر پر ہندو طبقہ کی طرف سے جو تعصب آمیز اعتراضات کئے جاتے ہیں انکا جواب نہایت استدلال سے دیا ہے ۱۰۰ صفحے قیمت (۸/)

اغاز اسلام ترجمہ مبدء الاسلام جسکو خیابہ میمونہ سلطانہ شاہ بانو صاحبہ بیگم بھوپال نے مسلمان لڑکیوں کیواسطے فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ۶۰ صفحے قیمت ۸/

بیان خسرو طوطی ہند حضرت امیر خسرو کے کلام پر محققانہ ریویو اور پیدائش سے وفات تک کے مفصل حالات زندگی ۸۴ صفحے قیمت دس آنہ (۱۰/)

مقالات شبلی اس میں تیرہ رسائل ہیں اور ہر باب اپنی نوعیت میں لاجواب ہے ضخامت ۱۲۴ صفحوں پر قیمت صرف ایک روپیہ عـہ

مجموعہ نظم شبلی اسمیں مولانا کی وہ تمام نظمیں درج ہیں جو انہوں نے مختلف جلسوں میں پڑھی ہیں ۸۰ صفحے قیمت آٹھ آنہ (۸/)

ملنے کا پتہ

شیخ نذیر حسین تاجر کتب زیر جامع مسجد محلہ گڑھیا دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قلم سے خطاب

اے قلم اے ترجمانِ راست گو
خواب غفلت سے ذرا بیدار ہو

عمر کھوتا ہے سیاہ کاری میں تو
آ کھڑا ہو درگہہِ باری میں تو

کر وضو منہ کی سیاہی کو مٹا
پاک ہو کر آ کہ ہے یہ پاک جا

پھر خلوص قلب سے اک سجدہ کر
جا نماز صفحۂ قرطاس پر

سب سے پہلے شکر کر اس کا ادا
دو زبانیں جس نے کیں تجھ کو عطا

ہر زباں کو تیغ کے جوہر دئے
پاؤں کو روح الامیں کے پر دئے

راست قامت سرو سا بخشا تجھے
تاج آزادی رکھا سر پر ترے

دل دیا شہوات سے خالی مگر
بھر دئے اس میں معانی کے گہر

شکر اس کا چاہیں گر کرنا رقم
یک قلم ہوں وہ قلم فوراً قلم

معترف ہو عجز کا اور باخشوع
عرض کر یوں حق تعالےٰ سے شروع

سر کو لوحِ عجز پہ دھرتا ہوں میں
کام جو بندہ کا ہے کرتا ہوں میں

مناجات قلم

یا الٰہی دے توانائی مجھے
کر عطا حق کی شناسائی مجھے

یا الٰہی تر زبانی مجھ کو بخش
راہ میں اپنے روانی مجھ کو بخش

مت چلا مجھ کو رہِ ناراست پر
نفس کی شامت سے خود بھولوں اگر

اس شفیع روزِ محشر کے طفیل
دین اور دنیا کے سرور کے طفیل

انبیا میں بھی نہیں جس کا جواب
رحمت عالم ہوا جس کا خطاب

باعث ایجاد کل ۔ امی لقب
جس سے سیکھا عقل اول نے ادب

ظلم کا دفتر الٹ جس نے دیا
عدل کا بازار پر رونق کیا

بھر دیا توحید سے سارا جہاں
شرک کا چھوڑا نہ عالم میں نشاں

قوم کی اصلاح میں جس نے کبھی
دشمنوں کے ظلم کی پروا نہ کی

جس کی صحبت کا یہ تھا ادنےٰ اثر
دوست دشمن ہو گئے شیر و شکر

جس نے پر اثر وہ تعلیم دی
دفعتہً کایا پلٹ دی قوم کی

بے نشاں پھرتے تھے جو صحراؤں میں
تھی نہ جوتی تک بھی جن کے پاؤں میں

جو سمجھتے تھے زرہ پوشی کو عیب
منجنیقیں جن کی تھی تائید غیب

تھیں نہ تلواریں اگرچہ آبدار
تھے مگر دل اور ایماں استوار

جانشین خسرو و قیصر بنے
علم اور تہذیب کے رہبر بنے

تھی کسی کو بھی نہ کچھ پروائے جاں
تھا فدا راہِ حق کا ہر جواں

تھا خلوص دل سے ہر اک بہرہ ور
اس لئے بھاری تھا اک اک لاکھ پر

جس سے پہلے سب کے سب اہل انام
جانتے تھے دردمندی کا نہ کام

اختلاف نسل و مال و رنگ سے
نوعِ انساں میں بڑے تھے تفرقے

کہہ دیا اسلام نے یکساں ہیں سب ۔۔۔ ہے وہی اچھا جسے ہے خوف رب

ہیں برابر جب سے آقا اور غلام ۔۔۔ اہل غرب و شرق وچین و زنگ و شام

صدقہ اس کی آل کا اصحاب کا ۔۔۔ اور صدقہ اپنے کل احباب کا

عفو کے دامن میں لے مجھ کو چھپا ۔۔۔ حشر کی آفات سے یارب بچا

اے خدا جبتک رہے اس دم میں دم ۔۔۔ میں رہوں توحید پر ثابت قدم

دست عاشر میں تری تائید سے ۔۔۔ ملک کی خدمت کروں توفیق سے

سوزش عشق قوم میں جلتا رہوں ۔۔۔ بہتری میں قوم کی چلتا رہوں

سبب نظم کتاب

کان میرے آشنا بچپن سے تھے ۔۔۔ مولوی کے شور سے اور سوز سے

مثنوی مولوی معنوی ۔۔۔ ایک مدت شوق سے میں نے پڑھی

دل میرا بے رنگ، رنگوں سے ہوا ۔۔۔ سینہ خالی کل امنگوں سے ہوا

صلح کل کا وہ دیا اس نے سبق ۔۔۔ اٹھ گئے دل سے اندھیرونکے طبق

اور تعصب سے ہوا جب دور دل ۔۔۔ ہو گیا انصاف سے معمور دل

نغز عرفاں ہے مگر یہ مثنوی ۔۔۔ مغز قرآں ہے مگر یہ مثنوی

مثنوی کے وصف کیونکر لکھ سکوں ۔۔۔ حیطۂ تحریر سے ہیں وہ فزوں

کیا لکھوں میں مثنوی کے وصف میں ۔۔۔ ہیچ ہوگا چاہے ہم کچھ بھی کہیں

عارف جامی نے جو تعریف کی ۔۔۔ اس سے بڑھکر ہو نہیں سکتی کوئی

"یہ کتاب اپنا نہیں رکھتی جواب ۔۔۔ فارسی بولی میں ہے ام الکتاب"

"گو مصنف اس کا پیمبر نہیں ۔۔۔ پر صحف سے مثنوی کمتر نہیں"

دل میں آیا بعض اس کی برکتیں ۔۔۔ عام کردوں میں عوام الناس میں

چھانٹ لوں اس میں سے وہ آساں مقام
بچے بھی اس کو سمجھ لیں اور عوام

چھوڑ دوں وہ سب مضامین بلند
عقل کی پرواز بھی جن میں ہے بند

عالماں و فیلسوفان جہاں
دنگ ہیں سب مثل طفل بے زباں

صوفیاں و عارفان باکمال
معترف ہیں عجز کے بے قیل وقال

اچھے اچھے اہل علم اہل شعور
دوڑتے ہیں پھر بھی رہ جاتے ہیں دور

منتخب کر لوں میں اُن اقوال کو
جن سے منکر کوئی ہو سکتا نہ ہو

سوچتا یہ ایک مدت تک رہا
کیا کروں آخر کو دل نے یہ کہا

نظم کر دے جو حکایت ہو پسند
یہ طریقہ ہے نہایت سودمند

یہ کہا میں نے یہ واضح ہو تجھے
شاعری سے مس نہیں بالکل مجھے

شعر موزوں کا سلیقہ کچھ نہیں
نظم بھی کیا کام آساں ہے کہیں

عمر ہے چالیس سے بھی کچھ سوا
شعر اک موزوں نہیں اب تک کیا

سنکے بولا دل کہ گھبراتا ہے کیوں
دیکھ تو کر کے۔ موا جاتا ہے کیوں

شکر خالق کر کہ ہوا احسان مند
طبع ہو موزوں کہ دل حکمت پسند

آنکھیں تو نے دیکھی ہیں آزاد کی
طرز نو کی نظم کے استاد کی

نثر جس کی نظم سے موزوں تر
نظم جس کی مفخر اہل ہنر

جب ہوا گم ملک سے ذوق سلیم
نظم میں کی اُس نے اصلاح عظیم

یہ بتایا لکھ کے نیرنگ خیال
اس طرح لکھتے ہیں نثر اہل کمال

جمع کر کے شاعروں کے واقعات
قوم مردہ کو دیا آب حیات

کھینچ کر عکس اکبری دربار کا
یہ دیا تاریخ دانوں کو دکھا

ہے مورخ کے لئے کیا کیا ضرور
خوبیاں اگلوں میں یہ تھیں یہ قصور

کس طرح تاریخ اور انشا بہم
جمع کر سکتا ہے اک جا دورقم

ہوں وقائع اُس میں سب دلچسپ اگر ۔۔۔ ان سے ہوں الفاظ دل آویز تر
اس طرح طیار کر سکتا ہے شال ۔۔۔ صوف گندہ جوڑ کر اک باکمال
کم نصیبی ہے کہ وہ خورشید فن ۔۔۔ ہے کسوف مانیا میں ممتحن
استوا پر شمس عقل آیا نہ تھا ۔۔۔ حیف اُسے ابر جنوں نے ڈھک لیا
میں سمجھتا ہوں تجھے جو فکر ہے ۔۔۔ ذہن تیرا قافیہ میں بکر ہے
سچ ہے یہ ۔ آتے نہیں یہ قاعدے ۔۔۔ بہرہ ور جب تک نہ ہو استاد سے
کچھ نہیں آتا کتابوں سے فقط ۔۔۔ جن کوئی استاد لے ۔ بر خود غلط
جستجو ہے کیوں تجھے استاد کی ۔۔۔ پاس ہے جب میرزا عبد الغنی
کوں بہتر ارشد نقاد سے ۔۔۔ جانتا ہے قافیہ کے قاعدے
نظم کر کے کچھ حکایات اے عزیز ۔۔۔ اُسکو دکھلا نظم ہے جس کی کنیز
مستند ہے ہند میں جسکی زباں ۔۔۔ نقل محفل جسکی ہے طرز بیاں
نظم کے اور قافیہ کے قاعدے ۔۔۔ وہ بتا دیگا انہیں ہیں سب تجھے
ہے یہی استاد کا کام اور کمال ۔۔۔ جلد دے شاگرد کو رستہ پہ ڈال
اس سے پوشیدہ نہ رکھے کوئی شے ۔۔۔ سب مدارج نظم کے کروائے طے
گر کہیں ترکیب اور بندش ہو سست ۔۔۔ کر کے بتلائے کہ یوں ہوتی ہے چست
پھر ہے سب اسکے تخیل پر مدار ۔۔۔ اور لیاقت پر اسی کے انحصار
فیض ہو مولانا کی پہنچے گی مدد ۔۔۔ ہو قبول عام حاصل تا ابد
صدق دل سے باخشوع و باخضوع ۔۔۔ لیکے نام اللہ کا کر دے شروع
ہو جو کام آغاز اس کے نام پر ۔۔۔ پہنچے گا بے شبہ وہ انجام پر

نظم کے شرائط

شرط ہے لیکن کہ آساں ہو کلام ۔۔۔ ہو کہیں اغلاق کا اس میں نہ نام

طرز ہو سادہ لغت بھی ہوں سلیس
ہو بیاں واضح مضامیں ہوں نفیس

جس قدر ہو۔ ہو قلیل اور با دلیل
اور نہ ہو اتنا بھی وہ ہرگز طویل

رشتہ مطلب ہو گم اشعار میں
ڈھونڈھتے ہی ربط مضموں کو پھریں

اور نہ ہو وہ مختصر بھی اس قدر
نفس مطلب کا ملے پاؤں نہ سر

ہو زباں وہ بولتے ہیں جس کو سب
جس سے ہوں مانوس سبکے گوش و لب

روزمرہ ہو مگر ٹکسال کا
جس میں ہو انگشت رکھنے کی نہ جا

فارسی کی اس میں ترکیبیں ہوں کم
ہوں نہ کچھ تعقید کے بھی پیچ و خم

ہوں نہ اس میں استعارات بعید
ہوں نہ الفاظ مرادف اور مزید

نظم کو پھیکی کہیں گے بے ہنر
بد مذاقوں کی مگر پروا نہ کر

لفظ ہوتے ہیں معانی کا لباس
سب سے اچھا ہے جو ہے سادہ لباس

داغ اور حالی ہیں اس فن کے امام
ہیں سلامی جن کے اہل فن تمام

کون اپنے سحر پر نازاں نہیں
پر کھلانا سانپ کا آساں نہیں

شوخی طرز بیاں ان پر ہے ختم
سادہ کاری زباں ان پر ہے ختم

سعدی و خسرو کے ہمسر ہیں تو یہ
نظم اردو کے پیمبر ہیں تو یہ

طرز ان کی دیکھ لفاظی ہے کم
سادگی اکثر ہے نقاشی ہے کم

تکمیل کتاب

تیرہ سو سولہ کا تھا ماہ صیام
جب ہوا یہ دفتر حکمت تمام

فکر تھی شائع کروں کس نام سے
فی البدیہہ یہ کہا دل نے میرے

گوہر حکمت دیئے تو نے پرو
موتیوں کا ہار اس کا نام ہو

دل سے پوچھا میں نے پھر لے بذلہ گو
ہار یہ کس کے کروں زیب گلو

ہو نہ جب تک یہ کسی کے زیب سر / ہے عبث اس کا وجود اے بے خبر
کہہ گئے ہیں یہ مسیح باکمال / آگے خنزیروں کے تو موتی نہ ڈال
ہار ڈال اس کے کہ جو ہے مستحق / وہ دیا جس نے تجھے پہلا سبق
ہے یہ سب تعلیم کا جس کی اثر / ہے یہ سب تلقین کا جس کی ثمر
وہ جنید وقت شبلی زماں / اصمعی ہند ارسطوئے جہاں
یعنی وہ اخ مکرم ذو مقام / ہے علاء الدین احمد جبکا نام
جس کے ہیں احسان تجھ پر بے حساب / نام سے اس کے معنون کر کتاب

حکایت ۱

ایک دن کا ذکر ہے موسے نبی / گھر سے نکلے راہ اک جنگل کی لی
راہ میں اُن کو گوالا اک ملا / سر سے ننگا پا برہنا تھا کھڑا
دست بستہ با ہزاراں درد و تاب / کر رہا تھا اپنے رب سے یوں خطاب
اک ذرا میرے لئے چہرہ تو کھول / کر تمنا میری پوری منہ سے بول
بیٹھ آکر میرے آگے ۔ کر کرم / ہاتھ تیرے چوموں اور چوموں قدم
تجھکو نہلاؤں کروں تیرا سنگار / لوں بلائیں تیری چٹ چٹ بار بار
کمبل اک نیچے بچھاؤں نرم نرم / دودھ پھر تجھ کو پلاؤں گرم گرم
قورمہ قلیہ پلاؤ اور پنیر / کوفتے مکھن ملائی اور کھیر
لاکے اک اک سامنے تیرے رکھوں / خود نوالے میں بنا کے منہ میں دوں
پاؤں میں تیرے دباؤں وقت خواب / منہ دھلاؤں صبح کو اُٹھ کر شتاب
جذبہ مستی میں وہ فرخندہ نام / کر رہا تھا شوق میں ایسے کلام
سنکے موسیٰ نے کہا اے میری جاں / آج کس کا تو بنا ہے میزباں
کس کی خاطر تجھ کو ہے اتنی عزیز / مجھ کو بتلا کون ہے وہ باتمیز

بولا وہ رازق ہے میرا اور ترا
سب کا مالک خالق ہر دوسرا

ہائے موسیٰ نے کہا لے ناصواب
توبہ کر توبہ خدا اور یہ خطاب

تیرا منہ اور اس سے یہ بے باکیاں
ہیں ترے دل کی یہ سب ناپاکیاں

کان ہیں اُس کے نہ منہ نہ ناک ہے
کھانے پینے سے وہ بالکل پاک ہے

پاؤں دبوانے کی حاجت کیا اُسے
دودھ پینے کی ضرورت کیا اسے

مثل اس کے یاں نہیں کوئی بھی شئے
تونے یہ جو کچھ کہا سب خبط ہے

قاضی الحاجات اللہ الصمد
ہے ازل سے اور رہیگا تا ابد

اور سب اسکے سوا محتاج ہیں
کل فنا ہوں گے جو موجود آج ہیں

سب ہیں بندے بس اک وہی معبود ہے
سچ اگر پوچھو وہی موجود ہے

یوں گوالے نے کہا اے مرد حق
ہے بجا تیری نصیحت اور سبق

کرتا ہوں میں صدق دلسے اعتراف
تھی خطا تقریر سب کیجے معاف

وحی آئی حضرت موسیٰ کے پاس
میرے بندے کو کیا تونے اداس

اسلئے بھیجا تھا تجھ کو لے حبیب
دور ہیں جو ہم سے انکو کر قریب

پاس والوں کو بھگانے تو لگا
خوب لایا فرض کو اپنے ادا

اس کے لفظوں پر گیا تیرا خیال
تونے نیت کا نہ رکھا کچھ خیال

ہم کو کچھ پروا نہیں ہے قال کی
ہے ہمارے ہاں تو پرسش حال کی

دیکھتے ہیں دل کو ہم کہتا ہے کیا
لفظ شائستہ ہوں یا ہوں ناسزا

شیخ ہو یا طفل نوآموز ہو
سوز سے مطلب ہے ہم کو سوز ہو

اے بنی آداب دانی اور ہے
سوز دل درد نہانی اور ہے

نتیجہ

یاد رکھ یہ ہے حدیث معتبر
پر معانی اور بظاہر مختصر

نیتوں پر ہے عمل کا کل مدار | ہو عبادت یا کوئی ہو اور کار

حکایت ۲

تھا کوئی صیاد بالکل تنگ حال | جا کے جنگل میں بچھایا اس نے جال
پکڑی ایک چڑیا تو چڑیا نے کہا | دیتی ہوں تجھ کو خدا کا واسطہ
آئی ہوں بچوں کو بھوکا چھوڑ کر | خشک ہے ان کا گلو کرنے دے تر
مجھ ضعیف و ناتوان کے گوشت سے | پیٹ تیرا کیا بھرے گا چھوڑ دے
بھیڑ بکری کھائیے تو نے سینکڑوں | مرغ سیخوں پر چڑھائے سینکڑوں
جب نہ ان سے بھی بھرا تیرا شکم | مجھ کو کھا کے اشتہا کیا ہوگی کم
چھوڑ دے گا گر مجھے میں تین پند | تجھ کو دونگی ہوں گی تینوں سود مند
ایک تیرے ہاتھ پر بتلاؤں گی | دوسری دیوار پر جب جاؤں گی
تیسری شاخ شجر پر بیٹھ کر | پند کیا ہاں ہیں وہ الماس و گہر
جب سنا صیاد نے اس کا بیاں | پھر بٹھا کر ہاتھ پر بولا کہ ہاں
کہہ وہ کیا ہیں لعل و گوہر بے بہا | تب وہ چڑیا یوں ہوئی نغمہ سرا
پند پہلی ہے میری اے خوردہ بیں | ہو جو ان ہونی نہ کر اس کا یقیں
اس نے فوراً کہہ کے یہ پرواز کی | بیٹھ کر دیوار پر کہنے لگی
ہو چکی جو بات اوس کا کر نہ ذکر | غم نہ اس کا کر نہ رکھ آئندہ فکر
پھر شرارت سے کہا کھا کر قسم | ایک موتی وزن میں بارہ درم
عرصہ سے ہے پیٹ میں ہے پنہاں مرے | تھا وہ کافی تیری پشتوں کے لئے
شے جو قسمت میں نہو آتی نہیں | ہے نصیبہ میں اگر جاتی نہیں
سنکے یہ صیاد پچھتایا بہت | دل ہی دل میں خون دل کھایا بہت

کہہ رہا تھا ہائے کیسی عقل ہے | یوں گنوائی مفت میں انمول شے
مجھ پہ اس چڑیل نے کیا جادو کیا | ہائے اس کمبخت نے دہوکا دیا
بولی چڑیا پند کو میرے نہ بھول | ہو چکا جو اس کا غم کرنا فضول
دوسری تھی پند میری یا نہیں | ہو جو ناممکن نہ کر اس کا یقیں
اتنی وزنی شے بتا اے بوالعجب | پیٹ میں میرے سما سکتی ہے کب
ہوکے شرمندہ کہا صیاد نے | تو ہے سچی تیسری بھی پند دے
دم ہلائی اور لی ایک جھرجھری | پھر سے چڑیا اڑ گئی کہتی ہوئی
دیکھ ادہر کیا عمل تو نے کیا | تیسری کس منہ سے اب ہے پوچھتا

نتیجہ

دل میں احمق کے نہ ہوگا کچھ اثر | کر نہ ضائع تو نصیحت کے گہر
محنت اس پہ کرنی نقش آب ہے | باد در مشت اور سیر خواب ہے
ہے چراغ راہ نابینا یہ پند | کر نہ کوشش کچھ نہ ہوگا سودمند

حکایت ۳

ایک جنگل تھا کسی کہسار میں | گل کی تھی خاصیت اسکے خار میں
تھا بہ کثرت ہر طرح کا واں شکار | پھرتی تھیں ہرنوں کی ڈاریں بیشمار
بارہ سنگے نیل گائے گورخر | چرتے پھرتے تھے وہاں سب بیخطر
تھا درندہ کا نہ واں نام و نشان | رہتے سب حیوان تھے باامن و اماں
بھولا بھٹکا آ گیا واں ایک شیر | آئے اسکو ہوئی تھی تھوڑیسی دیر
ہے چرندوں کی مسلم بزدلی | پڑ گئی فوراً ہی ان میں کھلبلی
خوف سے ملکر گئے وہ شیر پاس | دست بستہ عرض کی اے حق شناس

تو ہمارا بادشہ ہم ہیں غلام — تیری خدمت میں کمر بستہ مدام
چاہیئے شاہ کو وہ ایک جا — بیٹھ جائے حکم لائیں ہم بجا
آپ کیوں تکلیف آئے دن بھریں — صید کی تکلیف تک بھی کیوں کریں
خوان شاہی کے لئے صبح و مسا — بھیجدینگے ہم مقرر ناشتا
شیر بولا مجھکو یہ منظور ہے — پر نباہ ہو اس کو تم سے دور ہے
یک زباں ہو کر کہا اے دادگر — کر توکل قسمت رزاق پر ٭
شیر نے سنکر یہ لطف خطاب — یہ دیا ان کو جواب باصواب ٭
کوئی شے بہتر توکل سے نہیں — اپنے رب پر ہے مجھے کامل یقیں
پر نہیں ہرگز توکل اسکا نام — دست و پا سے کچھ نہ لیں ہم اپنے کام
ہے کفیل رزق بیشک میرا رب — سنت احمد ہے پر فکر سبب
عالم اسباب ہے دنیا تمام — بے سبب روزی کہاں لے مرد خام
بام پر زینہ سے جانا چاہیئے — گھر میں دروازہ سے آنا چاہیئے
الغرض ان سے ہوا عہد استوار — شیر کے پاس آئیگا اس کا شکار
قرعہ ملکر ڈالتے تھے وہ تمام — قرعہ کے اندر نکلتا جس کا نام
شیر کے کھانے پہ جاتا تھا وہی — اس میں کرتا تھا نہ کوئی کوتہی
شیر بھی کرتا نہ تھا افزوں ہوس — تھا رضامند اتنے ہی حصہ پہ بس
آئی باری ایک دن خرگوش کی — اس نے جانے میں بہت ناحق ڈھیل کی
ملکر ان سب نے کہا ایسا نہ کر — عہد کو ہرگز نہ توڑ اے بے خبر
یوں کہا خرگوش نے ہو کر خفا — شیر کو آخر سمجھتا ہوں میں کیا
یہ کہا سب نے کہ لاف اتنی نہ مار — عقل پہ اپنی نہ کر کچھ اعتبار ٭
اس کے آگے فیل کا زہرہ ہے آب — تو ہے کیا کیا اصل تیری کیا ہے تاب

منہ تو چھوٹا بات ہے کتنی بڑی — ان بڑے بولوں پہ آتی ہے ہنسی
دل میں جو کچھ ہے ترے تدبیر کار — ہمپہ کرتا کیوں نہیں وہ آشکار
قول پیمبر پہ تو ہو کاربند — مشورہ سے کام کر اے عقلمند
بولا وہ اتنے تو گھبراؤ نہ تم — شیر کے ڈر سے موئے جاؤ نہ تم
پیل و پشہ کی کہانی دوستو — دل میں اپنے یاد کر کے چپ رہو
بعد تھوڑی دیر کے میں جاؤنگا — خاک میں اُس کو ملا کر آؤں گا
بھید کے اظہار میں سو ہیں ضرر — کان ہیں دیوار کے بھی خوف کر
آگیا ہونٹوں پہ جسکے دل کا بھید — زندگی کی پھر نہ رکھے وہ امید
الغرض کرتا تھا یاں خرگوش دیر — آگ ہوتا تھا وہاں غصہ سے شیر
دل میں کہتا تھا یہ سب ہیں نابکار — ان کے قول و فعل کا کیا اعتبار
طیش کے مارے وہ شیر خشمگیں — کاٹتا تھا اپنے دانتوں سے زمیں
سانس تھا پھولا ہوا منہ میں تھے کف — مارتا تھا دم کو ظالم ہر طرف
غیظ کی حالت میں تھا شیر ژیاں — اتنے میں خرگوش جا پہنچا وہاں
ہکا بکا اور گھبرایا ہوا — شیر نے پوچھا بتا تو کیا ہوا
عرض کی شاہنشہ فرخ سیر — تجھپہ ہوں قربان ہم سب جانور
حسب وعدہ خوان شاہی کے لئے — آج بھی خرگوش تھے ہم دو چلے
دیکھتے ہیں ناگہاں رستہ میں کیا — شیر اک بیٹھا ہوا رستہ میں تھا
دیکھکر میں تو گیا پیچھے ٹھٹک — میرے ساتھی کو لیا اس نے لپک
بچ کے وہاں سے راہ لی میں نے طویل — حاضری میں ہو گئی یوں مجھسے ڈھیل
شیر یہ سنکر ہوا غصہ سے لال — ہو گئی سیدھی کھڑی گردن کی یال
پوچھا اُسنے ہے کہاں وہ نابکار — جس نے چھینا راہ میں میرا شکار

مجھ کو ہے اس وقت تک کھانا حرام
میں کروں جبتک نہ کام اسکا تمام

یہ کہا خرگوش نے اس راہ میں
اک کنواں ہے شیر ہے اس چاہ میں

آگے آگے تھا وہ خرگوش دلیر
پیچھے اوسکے چل پڑا فوراہی شیر

من پہ چڑھکر اور کنوئیں میں جھانک کر
گر پڑا خرگوش الٹا پشت پر

پیچھے کیوں ہٹتا ہے پوچھا شیر نے
سچ بتا اب خوف کس کا ہے تجھے

اس نے تتلاتی زباں سے یہ کہا
لے بغل میں مجھکو اپنی تو شہا

دیکھہ تو پھر اس کنوئیں میں کون ہے
اور بغل میں دیکھہ اسکی کیا ہے شے

گود میں خرگوش کو لے کر غبی
چلدیا جانب کنوئیں کے وہ جبھی

چاہ میں جھانکا تو عکس آیا نظر
ہو گیا برہم اسے وہ دیکھہ کر

اور کہا خرگوش سے خاموش ہو
بیٹھا ہے موذی لئے خرگوش کو

دیکھہ ابھی اس کو چکھاتا ہوں مزا
اسکی گستاخی کی دیتا ہوں سزا

گود سے خرگوش کو کر کے جدا
سر سے عقل و ہوش کو کر کے جدا

کود اندر چاہ کے بے خوف و باک
بیوقوفی سے ہوا اپنی ہلاک

کر کے یوں خرگوش دشمن کو خراب
اپنی کوشش میں ہوا جب کامیاب

داد اس کی عقل کی دی قوم نے
آفریں کی ملکے ساری قوم نے

تاج شاہی لائے تا سر پر رکھیں
تھا ارادہ پاؤں پر سب سر رکھیں

یہ کہا خرگوش نے کر کر سلام
ہوں میں خادم بن نہیں سکتا امام

محض اس کے فضل کی تائید تھی
کیا حقیقت ورنہ مجھہ ناچیز کی

نتیجہ

فضل رب کو جان رہبر عقل کا
عقل بھی ہے گرچہ فضل اس کا بڑا

حکایت ۴

ایک طوطا تھا کسی عطار پاس
سامنے تھا قصہ خوان خوش بیان
بولتا تھا وہ قفس میں اس طرح
ایک دن مالک گیا تھا اپنے گھر
ایک بلی آگئی دکان میں
آکے چوہوں کا لگی کرنے شکار
ڈر گیا بلی کو طوطا دیکھ کر
ہوش میں آیا تو ہو کر جاں بلب
کر کے ہمت جست کی جب ایکبار
چند شیشہ روغن بادام کے
ٹھیس لگ کر گر پڑے شیشے تمام
ایک شیشہ بھی نہ وہاں ثابت رہا
بیٹھا آقا گھر سے آکر فرش پر
جو ہیں شیشوں پر نظر اس کی پڑی
پھر قفس کو دیکھ کر الٹا ہوا
فکر کی تو یہ ہوا اس پر عیاں
دیکھکر طیش آیا اُس کو اس قدر
شرم سے بار رنج سے کسطرح
گنگ خوس تقریر طوطا بنگیا
یک بیک شیریں بیانی بند ہوئی
مالک اس کا دل میں پچتایا بہت

خوش نوا خوش ادا مردم شناس
اور غیبت میں نگہبان دکان
آدمی کرتا ہے باتیں جس طرح
پاس بان طوطا رہا دکان پر
شیر کا بچہ تھی گویا شان میں
کر دئے ڈھیر اُسنے چوہے مار مار
مر گیا گویا وہ سہما اس قدر
توڑ ڈالیں تیلیاں پنجرے کی سب
لے کے پنجرہ اُڑ گیا وہ جاں ہار
تھے قفس کے پاس ہی رکھے ہوئے
ضرب کا۔ کیا شیشۂ نازک پہ کام
روغن بادام کا دریا بہا
فرش سب روغن سے پایا تر بہ تر
چُور تھے سب تھا نہ ثابت ایک بھی
دل میں حیران رہ گیا یہ کیا ہوا
ہیں یہ سب طوطے کی کارستانیاں
سر کیا طوطے کا گنجا مار کر
جاننے والے سمجھ لیں جس طرح
طوطی تصویر طوطا بن گیا
یک بہ یک شکر فشانی بند ہوئی
اسکی باتوں کا خیال آیا بہت

میٹھی میٹھی اس کی باتیں یاد کر — نوچتا تھا موئے ریش و موئے سر

کیا کیا میں نے ۔ کہا شرمندہ ہو — کر دیا چپ بولتی تصویر کو

مارتے اس کو نہ ٹوٹے میرے ہاتھ — اے خدا پھر بھی سنا اس منہ سے بات

دیتا تھا خیرات ہر درویش کو — کہتا تھا سائیں دعا ایسی کرو

بول اٹھے تا کہ یہ شیریں زباں — بول اٹھے پھر یہ میرا جادو بیاں

ہر طرح طوطے کا بہلاتا تھا دل — فعل پر اپنے بہت تھا منفعل

طرفہ دکھلاتا تھا تصویریں اسے — تا کسی صورت سے طوطا بول اٹھے

منہ سے طوطا کچھ نہ بولا تین دن — چونچ کو اس نے نہ کھولا تین دن

ایک دن کا ماجرا ہے یہ عجب — کھل گئے طوطے کے شیدا کے نصیب

وہاں سے گذرا ایک گنجا بانوا — جس کے سر کا تھا چمکتا تامڑا

یہ صدا دی نعرہ حق مار کر — "کر بھلا چاہے بھلا اپنا اگر"

شکل و صورت تھی عجب اس مرد کی — بے تحاشا آئی طوطے کو ہنسی

بانوا سے ہنس کے یہ کی گفتگو — کر یہ عقدہ مجھ پہ ظاہر مو بمو

کس طرح گنجوں میں تو داخل ہوا — کس طرح اس بزم میں شامل ہوا

تو نے بھی شیشے کسی عطار کے — توڑ کیا ڈالے تھے ٹھوکر مار کے

مار کھائی تو نے بھی ہے کیا کہیں — نام کو جو بال چندیا پر نہیں

نتیجہ

اولیاء کا کر نہ اپنے پر قیاس — تو کہاں اور وہ کہاں اے ناشناس

لکھنے میں بالکل ہیں یکساں شیر شیر — نوعیت میں ہے مگر فرق کثیر

ایک تو انسان کی خوراک ہے — ایک کی انسان بھی خوراک ہے

ہو بہو نرسل ہے مثل نے شکر — ہے کہاں نرسل میں شیرینی مگر

چکھکر اسکو پھینک کیوں دیتے ہیں سب　　چاٹتے ہیں نے شکر کے بعد لب

حکایت ۵

پاس دریا کے مگر کچھ فرق سے　　رہ گئے تھے چند برساتی گڑھے
ایک دن صیاد آئے کچھ وہاں　　تین دیکھیں اس گڑھے میں مچھلیاں
خوش ادا خوش رنگ انکو دیکھ کر　　منہ میں صیادوں کے پانی آیا پھر
یوں لگے کہنے کہ کل آئیں گے ہم　　جال اک مضبوط سا لائیں گے ہم
صرف گو ہو جائے کل کا دن تمام　　پر یہاں چھوڑینگے مچھلی کا نہ نام
مچھلیوں میں ایک مچھلی تھی زکی　　دوسری تھی نیم عاقل فطرتی
تیسری تھی احمق اور برخود غلط　　جانتی تھی عاقل اپنے کو فقط
مشورہ عاقل نے ان سب سے کیا　　تمنے صیادوں کا کہنا سن لیا
ہے میری تجویز یہ ہم رات بھر　　کر کے محنت گرتے پڑتے جلد تر
یاں سے دریا کی طرف جائیں نکل　　ورنہ جانو یہ کہ بس آئی اجل
فطرتی بولی سنا میں نے وہ سب　　اور وہ بھی جو کہا ہے تم نے اب
پر مری پیاری نبی کا ہے سخن　　جزو ہے ایماں کا حب الوطن
میں نہ جاؤں گی وطن کو چھوڑ کر　　جان کو بھی ہو اگر میری خطر
سنکے عاقل نے کہا۔ تو کہہ چکی　　مجھ کو بھی معلوم ہے قول نبی ص
ہے غلط فہمی یہ تیری اے بہن　　عارضی پانی کو سمجھی تو ہے وطن
ہے وطن ڈبرا ہمارا اور نہ نہر　　ہے وطن اصلی ہمارا موج بحر
بولی احمق بھی کہیں ایسی نہیں　　لے پکڑ صیاد جو مجھ کو یوں ہیں
اتنے پانی میں نہ آؤں گی میں ہاتھ　　جانتی ہوں خوب صیادوں کی گھات

چھوڑ ان دونوں کو عاقل چل پڑی	بے خطر دریا کو ڈھونڈھا صبح کی
چل پڑی دریا کی جانب اور کہا	لَیس للانسان الا ما سعیٰ
کرنا کوشش فرض ہے انسان کا	ہوتا ہے کوشش میں ہی فضل خدا
جو کوئی کرتا ہے اپنی خود مدد	اس کی کرتا ہے خدا بھی خود مدد
فطرتی مچھلی نے یہہ تدبیر کی	دم لیا گھونٹ اور مردہ بن گئی
اس کو مردہ جان کر صیاد نے	پھینکا ساحل کی طرف ناشاد نے
جست کر کے اس جگہ سے ایکبار	پہنچی دریا میں ۔ ہنسی بے اختیار
تیسری احمق پھنسی جب جال میں	دیکھ کر اپنے تئیں جنجال میں
اپنی خود رائی سے پچتائی بہت	اپنی نادانی سے شرمائی بہت
ایسی حالت میں وہ کرسکتی تھی کیا	پیٹ کو صیاد کے اس نے بھرا

تشریح

ماہی عاقل تو ہے وہ مُتّقی	جو جیا بے عیب ساری زندگی
کر کے محفوظ آنکھ کو اور کان کو	جس نے قابو کر لیا شیطان کو
نیم عاقل سے غرض ہے وہ جواں	عمر اول کھوئی جس نے رائیگاں
ہوش میں وہ آگیا پھر وقت پر	عاقبت کو کچھ نہ پہنچا یا ضرر
اور مراد احمق سے ہے وہ بیحیا	غرق عصیاں جو بڑھاپے تک رہا

حب الوطن من الایمان

ہے وطن سے کب پیمبر کی مراد	یہ سرائے فانی و جائے فساد
ہے قفس میں جسم کے روح کہن	جنت الفردوس ہے اس کا وطن
گر پڑیں گے جسم کے دیوار و در	اپنے گھر جائے گا قیدی چھوٹ کر
قید میں بھی مومنان پاک دیں	بھولتے اصلی وطن ہرگز نہیں

رہتی ہے ہر دم انہیں یاد وطن   جانتے دنیا کو ہیں دار المحن

حکایت ٦

سلیمان علیہ السلام اور پرندے

یہ سلیماں نے کہا خدام سے   آج میداں میں کرو خیمے کھڑے
بعد ازاں صادر ہوا حکم حضور   حاضر دربار ہوں سارے طیور
ہر پرندے میں جو ہو ذاتی کمال   وہ بتائے۔ پر رہے سچ کا خیال
حکم کی تھی دیر طائر سب کے سب   ہو گئے حاضر بصد عجز و ادب
قمری اور دراج طوطے اور مور   مینا اور سرخاب ہریل اور چکور
شکرہ جرّہ اور شاہیں اور باز   چڑیا کوئل اور کبوتر اور قاز
لال پدڑی اور شتر مرغ اور لوا   کبک چہانپل اور کرگس اور بیا
فاختہ اور بلبل شیریں سخن   ہدہد اور کہاتی چڑا زاغ اور زغن
لق لق اور مچھر ٹٹہری اور عقاب   آئے جو تھے بے شمار اور بے حساب
کوئی دلدل کوئی ریگستان سے   کوئی جنگل اور کوئی میدان سے
شہر سے کوئی کوئی کہسار سے   کوئی دریا سے کوئی گلزار سے
الغرض ہر سمت سے آتے تھے وہ   بار اس دربار میں پاتے تھے وہ
کہتے ہیں تھا یہ سلیماں میں کمال   جانتے تھے طائروں کی بول چال
جانتے تھے ہر پرندے کی زباں   اس لئے تھے سب پرندے شادماں
ہم زبانی بھی ہے اک الفت کا دام   دو دلوں کو جو بناتی ہے غلام
لاکھ مل بیٹھیں زباں کے اجنبی   اتحاد ان میں نہیں ہوتا کبھی
ہم زبانی سے بہم کھنچتے ہیں دل   باوجود تفرقہ جاتے ہیں مل

ہو زبانوں کا تخالف گر بہم
دل میں کچھ ہوتی ہے وحشت بیش و کم

اتفاقاً یہ اگر بیٹھیں بھی پاس
پھر بھی آپس رہیں گے ناشناس

ان میں پڑ جائے اگر کچھ اختلاف
ہے یہ ناممکن کہ دل ان کے ہوں صاف

ہر پرندے سے کیا اس نے سوال
کر بیاں سب تجھ میں ہیں جو جو کمال

نوبت ہدہد جو آئی یہہ کہا
عرض میری غور سے سنئے شہا

اک ہنر مجھ میں ہے وہ کمیاب ہے
آگے اس کے ہر ہنر بے آب ہے

عرض میں کرتا ہوں کیا ہے وہ ہنر
دوربیں ہے اس قدر میری نظر

دیکھتا پانی کو ہوں زیر زمیں
یہ بتا دوں ہے بھی پانی یا نہیں

کس قدر ہے دور اور کیا رنگ ہے
منبع اس کا خاک ہے یا سنگ ہے

زور کی ہے سوت یا کمزور ہے
تلخ ہے شیریں ہے یا وہ شور ہے

مجھ کو رکھئے ساتھ لشکر میں مدام
دیکھئے پھر کس قدر آتا ہوں کام

جب سنا کوّے نے ہدہد کا کلام
کوئلہ جلکر ہوا وہ مشک فام

آگے بڑھ کر کی یہ اسنے التجا
یا نبی مجھ کو اجازت ہو ذرا

یہ جو کچھ ہدہد نے کی لاف و گزاف
میں دلائل سے اڑا دیتا ہوں صاف

واقعی یہہ دوربیں ہوتا اگر
کیا نہ آتا اس کو پھندا بھی نظر

کیوں یہ پھنستا جال میں صیاد کے
رونے روتا کیوں یہ پھر بیداد کے

کیوں قفس میں بند ہوتا اسطرح
اور ہوتے ہیں پرندے جس طرح

جھوٹ بولا یہ جواب سرکار میں
لائق تعزیر ہے ۔ دربار میں

زاغ کا یہ اعتراض بادلیل
مان سب فوراً گئے بے قال و قیل

کی ملامت سب نے ہدہد کو وہیں
ہے تو چھوٹا شرم کچھ تجھ میں نہیں

اور سلیماں نے کہا اے بدلگام
جھوٹ بولا تو نے بیشک لا کلام

ہے شکوہ و شان شاہی کے خلاف — بادشاہ کے سامنے لاف و گزاف
سر کو ہدہد نے جھکا کر عرض کی — اے نبی شاہنشہ جن و پری
قول دشمن کا نہ کیجئے اعتبار — امتحاں بندہ کا لیجے لاکھ بار
قول میرا جھوٹ ہو گر بال بھر — بس اڑا دیجے ابھی تن پر سے سر
اعتراض اسکا بظاہر ہے صحیح — پر نہ سوجھا اس کو یہ امر صریح
گر قضا اندھا کرے کس کی مجال — جو دکھائے مجھ کو پھندہ اور جال

فائدہ

تقدیر اور تدبیر

مسئلہ تقدیر اور تدبیر کا — ہے بہت پیچیدہ اور الجھا ہوا
اک نئے اسلوب سے آساں ہے جو — میں بتاتا ہوں ہمہ تن گوش ہو
رہتا ہے ناکام گر عاقل کبھی — گو نہیں تدبیر میں کرتا کمی
ہے دلاتا حق تعالیٰ یاد اسے — اور اک طاقت ہے برتر عقل سے
عقل کل یا طاقت اعلیٰ کہو — کوئی بھی ہو نام اس کا یا نہ ہو
ہے جو اکثر خلق کے حق میں مفید — وہ وہی کرتی ہے عالم میں پدید
برخلاف اسکے میری عقل اور تری — اپنی اپنی سوچتی ہے بہتری
طاقت اعلیٰ کی جو تدبیر ہے — ہے وہی قسمت وہی تقدیر ہے
اک طرف تو ہے خدا کا بندوبست — دوسری جانب تیری تدبیر لیست
کر ذرا فکر و تامل غور سے — غالب آسکتی ہے وہ کس طور سے
قول یہ سنکر اگر تو یہ کرے — بیٹھ جائے ہاتھ پانو توڑ کے
عقل جب دیتی ہے سب کا انتظام — عقل سے اور نسبت کیوں لوں میں کام
تیری ناشکری ہے اے نادان ہے — عقل بھی اک زیور انسان ہے

عقل ہے نور الٰہی کی شعاع
ہے گنہ . اس سے نکرنا انتفاع

عقل جتنی کی تجھے حق نے عطا
کر مطابق اسکے کوشش بے خطا

سعی کرنا ہے فقط انساں کا کام
ہے خدا کے ہاتھ میں کرنا تمام

آج کل ایسے ہیں جاہل بیشتر
زور دے کر جو فقط تقدیر پر

کرتے ہیں تعلیم بالکل بی کسی
کرتے ہیں تحقیر وہ تدبیر کی

ہے نہیں نزدیک ان کے یہ بشر
پتھر اور حیواں سے مختار تر

رکھتے ہیں ناداں توکل اسکا نام
کرتے ہیں توحید کو اسیر تمام

تنبیہ

ہے توکل یہ نہ یہ توحید ہے
زندقہ اور کفر کی تائید ہے

یہ رضا ہے اور نہ یہ تسلیم ہے
اور نہ یہ اسلام کی تعلیم ہے

زہر سے بھی ہے اثر اس کا برا
ہے طریقہ یہ بہر نہایت پر خطا

منکر تقدیر بھی اچھا نہیں
ہے طریقہ اس کا فاسد بالیقیں

منکر تدبیر ہے بدتر مگر
ہے عقیدہ اس کا بد، بدتر اثر

رہتا ہے دنیا میں وہ خستہ خراب
سہتا ہے ہر روز تکلیف اور عذاب

الغرض تعلیم ہے یہ خوفناک
لاکھ کے گھر کو بنا دیتی ہے خاک

توڑ دیتی ہے یہ ہمت کی کمر
شرمناک افلاس ہے اس کا ثمر

اہل ہمت قوم میں رہتے نہیں
اہل [illegible] قوم میں رہتے نہیں

چھوڑ جاتے اس کو ہیں علم و کمال
چھوڑ جاتے اسکو ہیں مال و منال

بڑھتے ہیں کثرت سے مدبر اور شقی
جڑ اکھڑ جاتی ہے یوں تہذیب کی

جس جگہ کل تھی تمدن کی بہار
آج آتے ہیں نظر وحشت کے خار

خانقاہ ہیں زہد کی خلوت سرا
بنگئی ہیں سینکڑوں بیت الخلا

بنگئی ہیں مسجدیں بالکل کھنڈر	باندھتے ہیں مدرسوں میں گاؤ خر
جو کوئی ان احمقوں کا دیگا ساتھ	دین اور دنیا سے دھو بیٹھے گا ہاتھ
رکھو ایسے جاہلوں سے کچھہ نہ کام	ہم کو ہے فاروق سا کافی امام
وہ امام باہدا اس امر میں	اس طرح تعلیم کرتا ہے ہمیں

حکایت

فاروق اور متوکل

آئے یثرب میں یمن کے چند مرد	تھا توکل میں ہر اک اونمیں سے فرد
جب گئے فاروق کو کرنے سلام	آپ نے پوچھا کہ کیا کرتے ہو کام
بولے ہم کرتے نہیں کوئی بھی کار	ہے توکل پر یہاں توکل مدار
سنکے یہ فاروق نے فورا کہا	یہ بھی کوئی کام ہے تعریف کا
مفت خورے کیوں نہیں کہتے کہ ہو	بوجھہ اپنا ڈالتے اوروں پہ ہو
جاں کھپاتا ہے کوئی کھاتے ہو تم	اور توکل اس کو بتلاتے ہو تم
میں بتاتا ہوں توکل کیا ہے چیز	کون کرتا ہے توکل اے عزیز
کشت کاروں سے توکل کا سبق	چاہیے لینا تمھیں مردان حق
ڈال کر دانہ فقط امید پر	رب پہ رکھتا ہے نظر جو سال بھر
یا توکل ہے تو اس تاجر کا ہے	جو خدا کو سونپ کر لاکھوں کی شے
موج دریا پہ ہے کشتی چھوڑتا	بیم طوفاں سے نہیں منہ موڑتا

فائدہ

ایک عاقل کی کہیں فریاد پہ	مصطفےٰ نے یہ کہا للکار کر
اونٹ کو اپنے نہ چھوڑا کر کھلا	پاؤں باندھا کر توکل بر خدا

حکایت

سنار اور بڑھیا

اک سنار اپنی دکاں پر وقت شام
کر رہا تھا دل لگا کر خوب کام

آئی اک بڑھیا ضعیف و تواں
آکے بیٹھی اور کہا اے میری جان

دے ترازو تولنا ہے مجھ کو زر
میں ابھی دیتی ہوں واپس تول کر

یہ جواب اس نے دیا کھا کر قسم
کام چھلنی سے مجھے پڑتا ہے کم

بولی بڑھیا مجھ کو کانٹا چاہئے
کچھ نہیں حاجت ہے چھلنی کی مجھے

پھر کہا زرگر نے اماں کر یقیں
جھاڑو میرے پاس واللہ ہے نہیں

یہ کہا بڑھیا نے بن جا آدمی
مجھ ضعیفہ سے ہے کیوں کرتا ہنسی

کر شرارت بس نہ مجھ سے اے شریر
ڈر خدا سے وہ ہے قادر اور قدیر

مجھ کو اب کر دے توانا اور چست
اور بنا دے تجھ کو فرتوت اور سست

زرگر سنتا ہے اونچا کان سے
لے یہ میں کہتی ہوں پھر للکار کے

چھلنی اور جھاڑو ہیں دونو میرے پاس
چاہیئے کانٹا مجھے اے ناشناس

بولا زرگر کام اپنا چھوڑ کر
حجتی ہوں میں نہ میں ہوں فتنہ گر

ہیں طلا کے ریزے پڑے پاس تری
ہاتھ میں رعشہ نظر میں ہے کمی

چونکہ ہے اعصاب میں تیرے فتور
چند ریزے گر پڑینگے بالضرور

جھاڑو اور چھلنی کرے گی تو طلب
آئیگا مجھ پر یہ ناحق کا غضب

کام اپنا چھوڑ کر جب جاؤں گا
ڈھونڈھ کر ان کو کہیں سے لاؤنگا

یہ بکھیڑا مجھ کو آتا ہے نظر
اس لئے کہتا ہوں مجھ پر رحم کر

میں جو کہتا ہوں نہیں اسمیں خلاف
جائیے اماں مجھے کیجئے معاف

نتیجہ

کام سے پہلے ہے لازم سوچنا | یہ کہ ہے اس کام کا انجام کیا

حکایت ۹

ریچھ اور ایک نوجوان

ریچھ کو ایک اژدہا منہ میں لئے | جا رہا تھا جانب اپنے غار کے
شور تب اس ریچھ نے ایسا کیا | دشت وہ اس نے لیا سر پر اٹھا
کرتا ہے مظلوم اگر شور و شغب | اس کو سن پاتا ہے مرد نیک جب
شکل میں وہ نہ رحمت حق کی وہاں | جا پہنچتا ہے نہ ہو رستہ جہاں
رفع جب تک ظلم وہ ہوتا نہیں | چین سے یہ مرد حق سوتا نہیں
ریچھ کے سمجھو کہ تھے اچھے نصیب | ایک تنہا مرد مسلماں وہاں قریب
آگیا رحم اس کو اس مظلوم پر | کی نہ کچھ اعمال پر اس کی نظر
عقل سے ایسی کوئی تدبیر کی | اژدہے سے جاں بچائی ریچھ کی
ریچھ نے احسان مانا اس قدر | ہو لیا ساتھ اسکے جنگل چھوڑ کر
ناخریدہ بن گیا اس کا غلام | رہتا تھا خدمت میں مثل سگ مدام
رات کو سوتا جواں جب بے خبر | پہرہ دیتا ریچھ تا وقت سحر
یہ کسی نے دیکھ کر اس سے کہا | تیرا اور اس ریچھ کا رشتہ ہے کیا
نوجواں نے قصہ کل کر کے بیاں | یہ کہا یہ ہے ہماری داستاں
درمیاں اک رشتہ احسان ہے | ورنہ میں انساں یہ حیوان ہے
اس نے سمجھایا کہ اے مرد غنی | دی خدا نے کچھ تجھے ہے عقل بھی
اس بلا کو اپنے سر سے دفع کر | ہو جو تجھ کو خطرہ اس سے لازم ہے ہٹانا

نوجواں وہ چونکہ تھا بدظن اشد — بولا کیوں کرتے ہو اے حضرت حسد
ظاہرا مقصد یہہ آتا ہے نظر — چاہتے ہو اس کو لینا تم مگر
سن کے اس سے یہ جواب ناسزا — مرد وہ لاحول پڑھ کر چل دیا
ایک دن جنگل میں سوتا تھا جواں — ریچھہ بیٹھا جھل رہا تھا مکھیاں
ایک مکھی تھی ہٹیلی نابکار — ریچھہ نے اس کو ہٹایا بار بار
ایک دم وہ گر چلی جاتی کہیں — آتی تھی بے شرم ہر پھر کر وہیں
منہ سے اپنے دور کرتا تھا اسے — اور کبھی پنجہ سے کرتا تھا پرے
دق ہوا ریچھہ اور ہو کر خشمگیں — اک بڑا پتھر اٹھا لایا کہیں
تاک کر مکھی پہ مارا سنگ جب — تھی تمیز دوست دشمن اس کو کب
زخمی ایسا اس جوان کا سر ہوا — صدمہ سے اسکے نہ وہ جانبر ہوا

نتیجہ

دوست ہوں ناداں جسکے کر یقیں — دشمنوں کی اس حاجت کچھہ نہیں

حکایت ۱۰

تاجر اور طوطا

اگلے وقتوں میں کہیں تاجر تھا ایک — سادہ دل تھا ظاہرا اور باطن میں نیک
پاس اس کے ایک طوطا تھا عجیب — تھیں ادائیں اس کی انسان کے قریب
خوش بیان و خوش مذاق و خوش لقا — تر زبان و تر دماغ و خوش نوا
خوشنما تھا اس قدر وہ بذلہ سنج — دیکھہ کر اس کو کھڑا رہتا نہ رنج
شرق میں تاجر گیا تھا ایک بار — لگ گیا تھا ہاتھ وہاں یہ غمگسار
پھر کیا جب شرق کا عزم سفر — پوچھا ہر ایک دوست سے اے خوش سیر

لاؤں تیرے واسطے سوغات کیا
جو تجھے درکار ہو وہ دے بتا

ہے ضرورت جس کسی شے کی جسے
بے تکلف اس نے لکھوا دی اسے

پوچھا طوطے سے کہ اے شیریں بیاں
لاؤں تیرے واسطے کیا ارمغاں

عرض کی اس نے فلاں دریا کے پاس
اک رمنا ہے نہایت پربہار

چشمہ اک پائیگا تو وہاں راہ پر
آئیگا جھنڈ ایک طوطوں کا نظر

میری جانب سے انہیں کہنا سلام
اور یہ دینا انہیں میرا پیام

وہ فلاں طوطا تمہارا ہم نفس
اک جگہ ہے قیدی کنج قفس

وہ تمہارا ہم نوا و ہم نشین
جیتے تم کو کچھ خبر اس کی نہیں

آپ تم شاخوں پہ جھولو واہ واہ
اور اس بچھڑے کو بھولو واہ واہ

آپ تم سبزہ پہ لوٹو شاد شاد
اس بدنصیبی کی نہ لاؤ دلمیں یاد

باغ میں تم سب کا دل ہو باغ باغ
ہجر میں کم بخت ہو وہ داغ داغ

وہ وہاں پنجرے میں یوں تڑپا کرے
اور آزادی کے تم لوٹو مزے

ایسا چارہ اس کو بتلاؤ کوئی
مل سکے وہ تم سے پھر بھی جیتے جی

تھا یہ تاجر سادہ دل اور بے ریا
خالی اس کا اسطرف سے ذہن تھا

تاڑتا ورنہ غرض عیار کی
جان جاتا چال اس مکار کی

سمجھا وہ یہ شوق کا اظہار ہے
اس کو ہجراں کا فقط آزار ہے

ورنہ وہ طوطے ہزاروں کوس سے
کیا مدد پہنچائیں گے آخر اسے

الغرض وہ تاجر فرخندہ پے
منزلیں جب کر چکا چالیس طے

جس جگہ کا تھا دیا اس کو نشان
جھنڈ طوطوں کا نظر آیا وہاں

روک کر اس جا پہ اسپ تیز گام
اپنے طوطے کا دیا ان کو پیام

لفظ لفظ اس نے کیا اس کا ادا
سن کر اس کو طوطا اک نیچے گرا

دیکھا جب اس کو اٹھا کر۔ دفعتاً ہو گیا تھا سرد و سخت اس کا بدن
نیک دل تاجر نے جب دیکھا یہ حال دل میں شرمندہ ہوا اپنے کمال
یوں کیا اپنی زباں سے پھر خطاب اے زباں کیا حشر میں دیگا جواب
اے زباں تو نے کیا مجھ کو خجل کاٹ ڈالوں تجھ کو یہ کہتا ہے دل
سنگ اور چقماق ہیں تجھ میں بہم مخزن آتش ہے تو کان الم
آگ پانی میں لگا دیتی ہے۔ لو کام اس پہ تیل کا دیتی ہے تو
تیرے اے ظالم عجب نیرنگ ہیں تیرے کرتوتوں سے ہم سب دنگ ہیں
رستموں کو پل میں کر لیتی ہے زیر اور روبہ کو بنا دیتی ہے شیر
تیرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے جنگ دل اقارب کے بنا دیتی ہے سنگ
تیغ سے بھی کاٹ تیری تیز ہے اور انی سے طعن درد انگیز ہے
ہفتہ میں آتا ہے بھر زخم سناں پر کبھی بھرتا نہیں زخم زباں
کر کے تاجر وہ سفر اپنا تمام واپس آیا اپنے گھر وہ شاد کام
جس نے جو تحفہ کہ تھا لکھوا دیا دے کر اس کو بوجھ سے ہلکا ہوا
پوچھ بیٹھا طوطی شیریں زباں حضرت من تحفہ میرا ہے کہاں
منتظر ہوں اب بتا دیجے شتاب کیا ملا پیغام کا میرے جواب
ہو گیا خاموش سنکر یہ سوال چاہتا تھا دے اسے باتوں میں ٹال
جب کیا اصرار طوطے نے مگر یہ جواب اس کو دیا باچشم تر
جو ہیں طوطوں نے سنا تیرا پیغام ہائے واویلا لگے کرنے تمام
اک نگران میں سے لیکر جھرجھری گر گیا اور گر کے فوراً جان دی
کیوں دیا پیغام تیرا ہوں خجل یاد کرتا ہوں تو بھر آتا ہے دل
جب سنا طوطے نے آقا کا جواب حالت اس کی ہو گئی فوراً خراب

تڑپا وہ پنجرے میں تھوڑی دیر تک ۔۔۔ گر پڑا پھر مثل مردہ یک بہ یک

دیکھکر آقا نے طوطے کا یہ حال ۔۔۔ رنج و غم دل میں کیا اپنے کمال

سر سے پگڑی پھینک کر رونے لگا ۔۔۔ اوس کے ماتم میں کیا محشر بپا

اور طوطے سے کہا اے ہمراز یار ۔۔۔ چھوڑا کیوں تو نے مجھے یوں خوار و زار

جب تو میرے پاس تھا اے خوشنوا ۔۔۔ جانتا تھا آپ کو میں بادشا

آگیا مرنے کا اوس کے جب یقیں ۔۔۔ دل سے نکلی اوس کے اک آہ حزیں

پھینکی اوس کی لاش پنجرہ سے نکال ۔۔۔ چارپائی پر گرا ہو کے نڈھال

غم میں اوس کے رو رہا تھا زار زار ۔۔۔ گوہر تر تھے گلے کا اس کے ہار

جھرجھری طوطے نے لی اک ناگہاں ۔۔۔ اور کی پرواز سوئے آسماں

شاخ پر بیٹھا۔ ہلائی خوب دم ۔۔۔ اور کہا تاجر سے کچھہ سمجھے ہی تم

شرق میں طوطا موا ہرگز نہیں ۔۔۔ تہا فریب اوس کا وہ زندہ ہے وہیں

مر کر اسنے یہ بتایا تھا مجھے ۔۔۔ قید میں ڈالا تجھے ہے نطق نے

کر بہانہ موت کا آزاد ہو ۔۔۔ ہونے دے آقا اگر ناشاد ہو

الوداع اے محسن والا نژاد ۔۔۔ ہیں تیرے احسان اس بندہ کو یاد

جائیو میری اداؤں کو نہ بھول ۔۔۔ جائیو میری وفاؤں کو نہ بھول

یاد رکھنا پر نصیحت پھر مری ۔۔۔ ہے اگر درکار اپنے بہتری

ہر طرح کا تجھہ پہ ہو گر فضل رب ۔۔۔ ایک آزادی نہیں ہے۔ ہیچ سب

ہیچ لعنت چین اور آرام پر ۔۔۔ گر نہیں آزاد تو اور بے خطر

ہو اگر زریں گلے میں تیرے طوق ۔۔۔ چھوڑ ہرگز پر نہ آزادی کا شوق

گرچہ ہے آقا ترا شاہ شہاں ۔۔۔ باپ سے بھی ہو زیادہ گر مہرباں

ہے مگر داغ غلامی پھر بھی عار ۔۔۔ کرکے چارہ اس کو دہو ہو شرمسار

اپنے رب العالمیں کا رہ غلام
زیبا آقائی کو ہے اوسکا ہی نام

موتوا قبل ان تموتوا

خاک میں ملنے سے پہلے خاک ہو
منکسر مثل مسیح پاک ہو

زندہ تا تجھ کو کرے روح القدس
نور سے تجھ کو بھرے روح القدس

موت سے مطلب یہاں پر ہے نیاز
ترک عیش و کسر نفس و ترک آز

گر لگے دن رات ساون کی جھڑی
گھاس پتھر پر کبھی اگتی نہیں

خاک کا تودہ پر اسکے فیض سے
غیرت فردوس پھولوں سے بنے

تو رہا غفلت سے ساری عمر سنگ
خاک بنکر دیکھ کیا آتا ہے رنگ

حکایت ١١

باغبان اور چور

تاڑتا پھرتا تھا اک دن باغباں
اس کے پھل کا کون کرتا ہے زیاں

اتفاقاً پڑ گئی اوس کی نظر
آدمی ہیں تین کھاتے ہیں ثمر

غور سے دیکھا تو پہچانا انہیں
پھر کہا دلمیں سمجھتا ہوں تمہیں

شہر کے قاضی کا اک فرزند تھا
سیدوں کا دوسرا دلبند تھا

ایک صوفی بھی وہاں تھے خوش یقین
تیسرا تھا ان کا سجادہ نشین

بے حیا یہ ہٹے کٹے سب کے سب
باغباں تنہا تھا لڑ سکتا تھا کب

فکر کی دل میں کہ حیلہ کیجیے
انتقام ان دشمنوں سے لیجیے

مرحبا کہہ کر کہا خوش آمدید
اور حجرے میں جھکا مانند بید

یہ کہا میرے نصیب ایسے کہاں
جو قدم آویں بزرگوں کے یہاں

صوفی زادہ سے کہا اے باصفا
جا کے میرے گھر سے لے آ بوریا

صوفی زادہ بوریا لینے گیا
اس کی غیبت میں یہ دونوں سے کہا
ہے تمہارا حق مسلمانوں پہ عام
تم ہو آقا ہم رعیت ہیں تمام
اصل کیا اس صوفی بذات کی
شاہزادوں کی کرے یہ ہمسری
ہے خدائے پاک کی مجھ کو قسم
تم اگر دونوں کرو مجھ پر کرم
باغ میں آؤ قدم رنجہ کرو
میری آنکھوں پر قدم اپنے دہرو
کہاؤ میوے ٹھنڈ پیاو باغ میں
کہیلو کودو، ناچو گاؤ باغ میں
یہ گراں گذرے نہ مجھ پہ ذرہ بہر
فخر سمجھوں خدمت شام و سحر
خوش ہوئے احمق یہ فقرے جب سنے
بہول کر کچھ خوشامد سے بنے
باغباں تقدیر یاور دیکھ کر
دیکھ کر تدبیر کو یوں کارگر
صوفی زادے کے گیا پیچھے جبہی
کندی اس کی خوب گھر میں لپنے کی
پٹتے پٹتے ہو گیا جب نیم جاں
طنزیہ اوس سے کہا خندہ کناں
مال کہانا غیر کا یوں لے دنی
ہے تجھے تعلیم یہ کس شیخ کی
ہے عوارف یا کہ احیا میں پڑہا
یا رسالہ میں قشیری نے لکھا
اس کے نالائق جو دونو یار تھے
ہو گئے منہ موڑ کر اس سے کھڑے
صوفی زادہ نے کہا للکار کر
تاکہ ہو ان احمقوں پر کچھ اثر
پیش آئی ہے تمہیں بھی سب یہاں
مجھ پہ جو گذری ہیں اسدم سختیاں
فارغ اس سے ہو چکا جب باغباں
واپس آیا جلد جلد اور شادماں
ساتھ لایا گھر سے اپنے اک دری
اون کو بیٹھلایا تو اضع خوب کی
پھر کہا سید سے جا تو میرے گھر
وہاں سے لا تیار کہانا ہو اگر
جب اکیلا رہ گیا قاضی کا پوت
باغباں پر چڑھ گیا غصہ کا بھوت
جو نہ کہنا تھا کہا وہ سخت و سست
خوب لاٹھی سے کیا اسکو درست

اس سے پوچھا کون سی ہے وہ کتاب | غصب کرنا جو بتاتی ہے ثواب
مار کہ کہتا تھا وہ یہ طنز سے | دے ہدایہ سے جواب اور کتر سے
ہو کے فارغ پھر گیا سوئے مکاں | جا سنبھالا امیر صاحب کو وہاں
جا کے پوچھا میر صاحب ایک بات | پوچھتا ہوں آپ ہیں والاصفات
باپ دادا کیا تمہارے چور تھے ؟ | لوٹتے تھے خلق کو کیا زور سے
لاجرم فرماؤ گے تو بہر کرد | اون بزرگوں پر نہ تم تہمت دہرو
یہ درست اس میں نہیں جائے مقال | بعد اسکے ہے مگر میرا سوال
کس سے پائی آپ نے میراث یہ | جانتے ہیں جس کو بد ہر بہ و کہہ
ہے ادا کیا سیدوں کو یہ ستم | مال کھائیں غیر کا بے خوف و غم
غابر و مزبور بتلاتے ہیں یہ | یا علوم صدر سکھلاتے ہیں یہ
خلق کہتی ہے تمہیں حاجت روا | تم کو ہے ظلم و تعدی کب روا
لوٹ پر باندھی ہے تمنے کیوں کمر | کیوں خدا سے ہو گئے ایسے نڈر
ہو گیا سید کا بٹیا لاجواب | دل ہی دل میں کھایا اسنے پیچ و تاب
اوس کے ایک مچی لگائی پشت پر | باغ سے باہر کیا کان اینٹھ کر

نتیجہ (۱)

دوستوں کے حق میں دشمن کا سخن | دوست گر درکار ہیں ہرگز نہ سن

نتیجہ (۲)

ہے یہ انگریزوں کی ایک ضرب المثل | جس پہ کرتے ہیں ہمیشہ وہ عمل
دشمنوں کو زیر کرنا ہو اگر ؛؛ | تفرقہ ڈال اونمیں اور مغلوب کر ؛؛

حکایت ۱۲

اعرابی اور اس کی جورو

ایک خلیفہ تھا کوئی بغداد میں | شہرۂ آفاق عقل و داد میں
دولت امداد و بخشش میں بے بدل | اور شکوہ و شان میں ضرب المثل
تھے طریقے جود کے اس کے نئے | فقر اور حاجت جہاں سے اٹھ گئے
ابر رحمت اس کو کہتے تھے تمام | کوئی کبھی لیتا نہ تھا حاتم کا نام
آرزو پاتے تھے اپنی شیخ و شاب | قبلۂ حاجات تھی اس کی جناب
آب حیواں تھا وہ دریائے کرم | نو بنو تھے فیض جاری دمبدم
کیا عجم کیا ترک کیا روم و عرب | بہرہ ور اس کی سخا سے تھے سب
ایک اعرابی کی عورت نے کہا | اپنے شوہر سے کہ اے مرد خدا
آج ہے حالت ہماری سب سے پست | کون ہوگا ہم سے بڑھ کر تنگدست
اس قدر گھیرا ہمیں افلاس نے | اس قدر غلبہ کیا ہے یاس نے
چیتھڑا اک نام کو تن پر نہیں | خاک بھی کھانے کو اپنے گھر نہیں
چاند کی ٹکیا کو روٹی جان کر | ہاتھ پھیلاتے ہیں بچے بے خبر
خویش و بیگانے ہیں ہم سے بھاگتے | کیوں نہیں مقسوم اپنے جاگتے
اس طرح کب تک جئیں زار و نزار | یہ بھی ہے جینا کوئی اے غمگسار
جستجو میں رزق کی باہر نکل | قول ہے دانا کا کر اس پر عمل
چاہیے گر رزق کر گھر سے سفر | بے سفر حاصل نہیں ہوتی ظفر
سن کے شوہر نے کہا اے جان من | قسمت حق پر نہ ہو تو طعنہ زن
کر چکے ہم عمر کی منزل کو طے | ہے جو باقی وہ بہت تھوڑی سی ہے
نیک و بد دنیا میں تاریکی و ضیا | عارضی ہیں سب تو پھر کیسا گلہ
رزق میں اور جاں میں ہے باہم کشش | ملتی ہے کیڑے کو پتھر میں خورش

درد کے خود پاس جاتی ہے دوا   بھوک کے پاس آپ آتی ہے غذا
شوہر و زن میں نہیں بالکل دوئی   ہیں حقیقت میں وہ دونو ایک ہی
چاہیئے سب چھوڑ کر حرص و ہوس   زن بنے شوہر کی بالکل ہم نفس
متحد دو نور ہیں ہر بات میں   فرق ہو بالکل نہ کچھ جذبات میں
تو بھی سہہ تکلیف گر سہتا ہو نہیں   تو بھی قانع رہ اگر رہتا ہوں میں
ہوتی ہے ناشکر پر عورت کی ذات   مانی ہے شیطان نے بھی اس سے مات
ہوتی ہے احساں فروشی میں طاق   ماننا احسان کا ہے اوسپہ شاق
برسوں کے احسان ہوں یا خدمتیں   ضائع کر دیتی ہے وہ اک آن میں
بکنے لگتی ہے زباں سے جب فضول   پھر نہیں بچتا خدا ہو یا رسول
غصہ آیا سنکے عورت کو کمال   اور کہا احمق زباں اپنی سنبھال
یہ نشان سجدہ و ریش دراز   جسپہ تو کرتا ہے اتنا فخر و ناز
جھہ پہ ہے تیری حقیقت سب عیاں   مفت خوری اور حمق کے ہیں نشاں
دھوکہ کی ٹٹی ہے تیرا وعظ سب   آتی ہوں دھوکہ میں میں ایسونکے کب
ناخنوں میں ہیں مرے باتیں تری   مجکو ہیں معلوم سب گھاتیں تری
بس نہ کھلوا منہ میرا خاموش رہ   ہوں تری رگ رگ سے واقف کچھ نہ کہہ
اس تقدس پر تجھے دیتا ہے زیب   نام حق لے کے مجھے دے تو فریب
جس کار کہا ہے توکل تونے نام   سستی اور کم ہمتی ہے وہ تمام
مرد نے عورت سے جب یہ کچھ سنا   سر کو اوسکی بدزبانی پر دھنا
یہ کہا للکار کے اے بدزباں   ہو کے عورت تجھ میں یہ بیباکیاں
کہتا ہوں آہستگی سے پھر تجھے   فقر تھا فخر نبی طعنہ نہ دے
سستاد جاہل جو مجھے تو نے کہا   سچ ہے اس میں کچھ نہیں تیری خطا

ہے مثال آئینہ مومن کا رو
دیکھتی ہے مجھہ میں اپنا عکس تو

کون سی آفت نہیں تو نے سہی
فقر سے لیکن تو نا واقف رہی

صبر میں جو ہے مزا اس کا نشاں
گمرہی سے تجھہ پہ ہے ابتک نہاں

مانگتی ہے فقر سے جب تو پناہ
اب نظر آتا نہیں مجھہ کو نباہ

صبر کی تجھہ میں نہیں ہے جب سہار
تو تجھے ہے میرا سلام اے غمگسار

گو کہ گذریگی جدائی تیری شاق
ایک ہی چارہ ہے اور وہ ہے طلاق

دیکھہ کر خاوند کو یوں پر غضب
تھرتھرا اٹھا بدن بیوی کا سب

اشکباری اس نے کی فوراً شروع
بنگئی اک دم میں بالکل باخشوع

اور لگی کہنے نہایت ناز سے
گردن شوہر میں باہیں ڈال کے

تھی مجھے تم سے نہ ہرگز یہ امید
چھوڑ دوگے ہوگیا جب سر سفید

بس جی بس دیکھی تمہاری بھی دفا
ہوگئے باتوں ہی باتوں میں خفا

اپنی بدخوئی پہ جب آتے ہو تم
یوں ہی باتوں میں بگڑ جاتے ہو تم

میرے ماں باپ اور تن من اور دھن
تجھہ پہ ہیں قربان سب ای جانمن

تو ہے حاکم اور میں محکوم ہوں
تو ہے سب کچھہ اور میں معدوم ہوں

تیری مرضی پر چلوں گی اب سدا
جس طرح چاہے تو کر تیری رضا

آگئی تھی تنگ و سستی سے بہ تنگ
ہے مثل مشہور تنگ آمد بہ جنگ

یہ شکایت تھی نہ کچھہ اپنے لئے
بول اٹھی تھی محض تیرے ہی لئے

تجھہ کو ننگا دیکھکر کڑھتا ہے جی
ہے نہ کچھہ پرواہ اپنے نفس کی

ننھے ننھے چاند سے بچے ترے
ایڑیاں جب ہیں رگڑتے بھوک سے

ہاتھہ میں اوروں کے روٹی دیکھکر
جب یہ روتے ہیں تو جلتا ہے جگر

عہد میں نے آج سے دل میں کیا
کہ نہ لاؤنگی زبانپر اب گلہ

کہا قسم تو بھی کہ تو روئے مجھے ‌‌ ‌ نام آئندہ جدائی کا جو لے
میری تو سچ مچ یہی ہے آرزو ‌ ‌ ‌ پوری کردے حق تعالی شانہ
ساتھ تیرے رنج و تکلیفیں سہوں ‌ ‌ ‌ بنکے لونڈی تیرے قدموں میں رہوں
یاد کیا تجھکو زمانہ وہ نہیں ‌ ‌ ‌ تو تھا مجنوں میں تھی تیری نازنیں
ہوتی اوجھل آنکھ سے گر ایک دم ‌ ‌ ‌ مثل دیوانوں کے کہاتا تھا قسم
اس کو لاؤ ورنہ میں مرجاؤں گا ‌ ‌ ‌ نام اپنا اس طرح کر جاؤں گا
کس طرح ٹوٹے نہ مجھپر آسماں ‌ ‌ ‌ کیوں نہو کانٹوں سے پر میری زباں
کیوں نہ گذرے دل پہ میرے سخت شاق ‌ ‌ ‌ جب زباں پر لائے تو لفظ طلاق
آنکھوں سے اوسکے ایک اشکوں کی جھڑی ‌ ‌ ‌ لگ گئی تھی گویا موتی کی لڑی
دیکھکر یہ حال وہ بھی رو پڑا ‌ ‌ ‌ دل نہ قابو میں رہا درویش کا
اسطرح فرما گیا ہے اک حکیم ‌ ‌ ‌ مرد ہوگا گر طبیعت کا سلیم
بس میں آجائیگا عورت کے ضرور ‌ ‌ ‌ ہے اگر عورت میں کچھ عقل و شعور
منتر اس کا جہل پر چلتا نہیں ‌ ‌ ‌ جاہل اپنے جہل سے ٹلتا نہیں
رقت دل کا نہیں اسمیں نشاں ‌ ‌ ‌ پھر نہ ہو وہ کسطرح نامہرباں
پونچھکر آنسو لگا چمکارنے ‌ ‌ ‌ یوں بنائی بات پھر مکار نے
میں تو کرتا تھا ہنسی اے باوفا ‌ ‌ ‌ تو تو سچ مچ ہو گئی مجھ سے خفا
الغرض کر کے خوشامد اور پیار ‌ ‌ ‌ غصہ بیوی کا دیا بالکل اتار
ہوگئے اک آن میں جیسے کہ تھے ‌ ‌ ‌ باتیں ہنس ہنس کر کے وہ پھر کرنے لگے
بولا شوہر حکم دے اے گلبدن ‌ ‌ ‌ چل پڑوں تیار ہو کر دفعتاً
مرد ہوں رکھتا ہتیلی پر ہوں جان ‌ ‌ ‌ تو نکما مجھکو ۔ اے دلبر نہ جان
تنگدستی کا بتا چارہ مجھے ‌ ‌ ‌ مت نکھٹو جان ۔ ہمہ پارہ ۔ مجھے

یہ کہا عورت نے پہر اے ہم نشیں ۔ حال کیا شہ کا سنا تو نے نہیں
ظل سبحاں وہ سخی ہے بے نظیر ۔ پل میں کرتا ہے فقیروں کو امیر
اس کی چشم لطف گر اک بار ہو ۔ سب دلدّر یہ ہمارا پار ہو
سنکے اعرابی یہ بولا جان جاں ۔ یہ تو سچ ۔ لیجاؤں کیا میں ارمغاں
ہاتھ خالی بادشاہوں کے حضور ۔ جانا ہے وا اللہ بہشت والش سے دور
شاہ کے قابل تو عورت نے کہا ۔ تحفہ گہر میں کچھ نہیں اپنے رہا
سب سے بڑہکر پاس ہے اپنے جو شے ۔ پانی اس تالاب صحرائی کا ہے
فخر ہے جس پر ہماری قوم کو ۔ ناز ہے اس پر ہماری قوم کو
جس کے باعث بادیہ کے بھی عرب ۔ ہیں ہماری قوم کے محتاج سب
ایک ہڑلیا لیکے پانی اس میں بھر ۔ جا کے کر نذر شہ فرخ سیر
پی کے ہوگا خوش شہِ فرخندہ کام ۔ دے گا زر انعام میں وہ لاکلام
کر کے ہمت لے کے وہ نام خدا ۔ جانب بغداد فورا چلدیا
ایک مہینہ تک منازل کر کے طے ۔ دیکہتا کیا ہے کہ اک درگاہ ہے
جبہ گئے در کی آستاں بوسی کی جا ۔ دل میں رکھتے تھے امیر و بادشاہ
جس کے دروازہ کے آگے تہی کہڑی ۔ فرسخوں تک صف دورویہ فوج کی
تھی رسائی واں غریبوں کی کہاں ۔ جلتے تھے پر اچھے اچھوں کے وہاں
تہا خلیفہ کا مگر بہم اذن عام ۔ جو مسافر ہوں نئے وارد ۔ تمام
تین دن تک شاہ کے مہماں رہیں ۔ دو طعام اونکو جو وہ منہ سے کہیں
لے گئے اُس کو محل میں شاہ کے ۔ خدمت اُس کی ہر طرح کرنے لگے
اُس سے پوچھا کسطرح آیا بتا ۔ بولا لائی شاہ کی جمیعت یہاں
کاٹ کر آیا ہوں خونی راستے ۔ تحفہ اک لایا ہوں شہ کے واسطے

ناف صحرا میں رہے اک جا پر بہار — پانی اس کا ہے نہایت خوشگوار
مسکرائے سن کے یہ شہ کے نقیب — کچھہ نہ بولے تا نہ شرمائے غریب
لے گئے ٹھلیا خلیفہ کے حضور — پانی سے آتی تھی بو رکھی وہ دور
جب خلیفہ نے سنا احوال سب — یہ کہا اس سے کہ اے بھائی عرب
مہربانی تو نے کی ہمپر بڑی — ہاں پئینگے آج ہم پانی یہی
پھر ہوا یہ حکم زر حاضر کرو — اس سے ٹھلیا اس مسافر کی بھرو
قیمتی خلعت کیا اوس پر مزید — دہ دیا جس کی نہ تھی اُسکو امید
یہ کہا دو وقت کل شام و سحر — سیر دجلہ کی کراؤ ناؤ پر
لے گئے دریا پہ جب اسکو نقیب — دیکھتا کیا ہے تماشائے عجیب
دیکھہ کر دریا کو وہ مرد عقیل — دل میں یہہ کہنے لگا ہو کر ذلیل
آب صحرا اور یہہ پانی کہاں — ذرہ اور خورشید لاثانی کہاں
یہہ کہاں موتی سا پانی اور کہاں — آب بدبو میں جو لایا ہوں یہاں
گر مدد کرتا نہ اس شہ کا کرم — میں نے بیہودہ گھمائے تھے قدم
جھہ کو اس پانی کی ہوتی گر خبر — پھینک دیتا لے کے ٹھلیا خاک پر

تشریح

ہے سبوئے آب اپنا کل کمال — اور خدا کی شانکی دجلہ مثال
اوسکی ہم کرتے ہیں جو حمد و ثنا — کل دکھا کر زور اپنے علم کا
اب بدبو سے نہیں تحفہ وہ کم — رد نہیں کرتا یہہ ہے اسکا کرم
دیکھتا ہے وہ خلوص قلب کو — صحت الفاظ ہو چاہے نہ ہو

ہوں عدیم المثل جب ذات و صفات
صادق اون پہ آئے کیسے کوئی بات

حکایت ۱۳

مرتضیٰ اور مشرک

مرتضیٰ شیر خدا کے سامنے ۔۔۔ عرض کی اک مشرک گستاخ نے
آپ کو کہتے سنا ہے بار ہا ۔۔۔ حافظ و ناصر ہمارا ہے خدا
آپ کا سچا اگر ہے یہہ کلام ۔۔۔ مہربانی کرکے کیجیے ایک کام
اس مکاں کے بام پر چڑھ جائیں آپ ۔۔۔ کود کر وہاں سے زمیں پر آئیں آپ
ہم بھی تو دیکھیں تمہارا وہ خدا ۔۔۔ کس طرح لیتا ہے مرنے سے بچا
آپ نے فرمایا یہہ، اے باکمال ۔۔۔ ہے حماقت کا نشاں تیرا سوال
ہے ترا مطلب بنوں میں بے ادب ۔۔۔ امتحاں لوں اُسکا جو ہے میرا رب
گرچہ ہے مجھہ کو یقیں، وہ لایزال ۔۔۔ لے گا گرتے گرتے بھی مجھہ کو سنبھال
ہوں میں بندہ میری یہ طاقت کہاں ۔۔۔ ہے جو آقا لوں میں اسکا امتحاں
گرچہ ہے آقا کو ہر دم اختیار ۔۔۔ بندہ کو وہ آزمائے بار بار

حکایت ۱۴

سادہ لوح اور بیگار

ایک سادہ لوح آیا دوڑتا ۔۔۔ ہونٹ اسکے خشک چہرہ زرد تھا
عرض کی اسنے سلیماں سے کہ شاہ ۔۔۔ مجھہ کو عزرائیل سے دیجے پناہ
جا رہا تھا آج میں برگشتہ بخت ۔۔۔ اوسنے دیکھا اور گھورا مجھہ کو سخت
تیور اس کے تھے نہایت ہی کڑے ۔۔۔ جان کے ہیں مجھہ کو اب لالے پڑے
چاہتا ہے کیا، سلیماں نے کہا ۔۔۔ مدعا جو کچھہ ترا ہو وہ بتا

عرض اس نے کہ اے حق کے نبی — ہیں ترے محکوم سب دیو و پری
آپ پر بھی حکم ہے تیرا رواں — اور اڑتا ہے ہوا پر بھی نشاں
حکم فرمائیں ہوا کو گر حضور — چین میں لیجائے جچھہ کو یہاں سے دور
یہ رہے گا میرا اس جا منتظر — کچھہ رہے خطرہ نہ میری جان کو پھر
یہ سلیماں نے کہا پھر باد سے — چین کی جانب ابھی لیجا اسے
دوسرے دن پھیلا جب صبح کا نور — تیرگی شب کی ہوئی دنیا سے دور
لگ گیا پیغمبری دربار عام — آئے عزرائیل بھی کرنے سلام
یوں کہا اُس سے سلیماں نے بتا — کل فلاں احمق سے تو نے کیا کہا
عرض کی اسنے کہ اے شاہ جہاں — حکم تھا کر چین میں قبض اُسکی جاں
دیکھہ کر پھرتا ہوا اس جا اُسے — میں یہ سمجھا کچھہ ہوا دھوکہ مجھے
اس لئے کی غور سے اُسپر نظر — کچھہ نہ کی بات اور گیا آگے گذر
جچھہ کو آتا تھا تعجب بار بار — کیوں کہ پورا ہوگا حکم کردگار
آج لیکن چین میں میں جب گیا — اوس کو وہاں پایا تو جھٹ گھونٹا گلا

تشریح

گر ذرا سا ہم کریں غور و خیال — ہے یہی دنیا کے سب دھندوں کا حال
کرتے ہیں احمق بھروسہ عقل پر — تاکہ بچ جائیں بلا سے بھاگ کر
کچھہ نہیں دیتی مدد عقل رکیک — جا پہنچتے ہیں بلا کے منہ میں ٹھیک
بھاگتے ہیں سانپ سے کر کے حذر — اژدہے کے منہ کی جانب بے خبر
لاکھہ کی فرعون نے رد قضا — دشمن اوسکی گود میں پلتا رہا

عقل سے بنجائیں گر سب کاروبار
کون جانے ہے کوئی پروردگار

حکایت ۱۵

مسخرہ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسخرہ تھا اک نہایت بے ادب ‌‌ اُس نے اپنی جان پہ یہ ڈھایا غضب
جان کر اک روز منہ ٹیڑھا کیا ‌‌ نام احمد کا تمسخر سے لیا
رہ گیا قدرت سے کج اُسکا دہاں ‌‌ ہوش تب مردک کو آیا ناگہاں
منفعل دوڑا گیا پیش حضور ‌‌ عرض یوں کرنے لگا وہ پر قصور
در پہ آیا ہوں تیرے محبوب رب ‌‌ بخش دو لِلّٰہ میری تقصیر اب
تجھ سے جو اکڑا ہوا فوراً فنا ‌‌ سر جھکایا جس نے وہ کندن بنا
جو کیا میں نے حماقت تھی وہ سب ‌‌ جو کہا میں نے جہالت تھی وہ سب
مجھ سے اے مولے یہ نادانی ہوئی ‌‌ رحم کیجے سخت شیطانی ہوئی
رحم کر اے رحمتہ اللعالمیں ‌‌ اب مرا تیرے سوا کوئی نہیں
آئی جنبش میں رگِ عفو رحیم ‌‌ جوش میں آیا یم جود کریم ؛
بخش دی رحمت نے تائب کی خطا ‌‌ قدرت حق سے ہوا جیسا کہ تھا

حاصل

عیب پوشی اپنی گر منظور ہو ؛ ‌‌ ؛ عیبیوں کے عیب تم ڈھکتے رہو

حکایت ۱۶

ایک کشتی پر ہوا نحوی سوار ‌‌ تھا کہیں جانا اوسے دریا کے پار
تھی نہ کچھ خطرہ موافق تھی ہوا ‌‌ باتیں کشتی بان سے کرنے لگا

ہے میرے ہمسایہ میں یہاں اک مکاں ۔۔۔ وصف جس کا کر نہیں سکتی زباں
گرچہ ویرانہ ہے وہ اب اور خراب ۔۔۔ شہر میں لیکن نہیں اُس کا جواب
عرض میں اور طول میں ہے بے بدل ۔۔۔ خوبیاں اُسکی ہیں یہاں ضرب المثل
چھت اگر ہوتی بڑے دالان پر ۔۔۔ مطبخ و دہلیز بھی ہوتی اگر
ہوتی چھت موجود مردانہ کی گر ۔۔۔ گر نہ پڑتی ڈاٹ تہخانہ کی گر
غسل خانہ شق نہو جاتا اگر ۔۔۔ پشت کی دیوار گر پڑتی نہ گر
خشک ہو جاتا نہ گر اُس کا چمن ۔۔۔ لہلہاتے اس میں گل اور یاسمن
اُس سے بہتر رائے میں میری مکاں ۔۔۔ کوئی ہرگز دے نہ سکتا پھر نشاں
سنکے سب یہ گفتگو بولا وہ یوں ۔۔۔ آپ کی لاکیف کا ممنوں ہوں
مشفق من چاہئے مجھ کو مکاں ۔۔۔ گر اگر سے کام چلتا ہے کہاں

نتیجہ

گر اگر کہنا نہیں مردوں کا کام ۔۔۔ کام ہیں شرطوں سے رہتے ناتمام
ہے یہ قول خاتم پیغمبراں ۔۔۔ لفظ یہ کم ہمتی کے ہیں نشاں

حکایت ۲۱

قیصر کا ایلچی اور فاروق رضؓ

خدمت فاروق میں ایک ایلچی ۔۔۔ روم سے لایا پیام قیصری
ایک مدت میں مسافت کرکے طے ۔۔۔ جب مدینہ پہنچا وہ فرخندہ پے
پوچھتا سارے مدینہ میں پھرا ۔۔۔ دو خلیفہ کے محل کا کچھ پتا
کرتا تھا لوگوں سے جب وہ یہ خطاب ۔۔۔ ہنسکے دیتے تھے اُسے سب یہ جواب
حفظ خالق اسکا ہے حصن حصیں ۔۔۔ قصر کی اس شیر کو پروا نہیں

اوسکو محلوں کی نہیں ہرگز ہوس
ہے نہ بازوں کے لئے موزوں قفس

چونکہ ہے خورشید رخشاں شان میں
جلوہ گر ہوگا کسی میدان میں

جب عیاں اس پر ہوا یہ ماجرا
شوق اس کا دمبدم بڑھنے لگا

کر رہا تھا اس طرح جب جستجو
دل سے کی اپنے یہ اسنے گفتگو

ہے تعجب فاتح ملک شہاں
جان روشن کی طرح ہو یوں نہاں

آخر اک بڑھیا یہہ بولی دیکھہ اُدھر
وہ شجر کے سایہ میں بیٹھا عمر

ظل حق بیٹھا ہوا سایہ میں ہے
جاکے کر زانو کو اُسکے آگے طے

دور سے جو ہیں ملیں نظریں بہم
لڑکھڑا اٹھے وہیں اُس کے قدم

دل پہ بھی طاری ہوئی حالت نئی
منہ پہ بھی مہر خموشی لگ گئی

ڈیل میں تھا ایلچی گو پیل تن
کانپتا تھا اس کا سارا تن بدن

یہہ کہا ہوکر نہایت شرمسار
قیصر و کسرے کو دیکھا بار بار

جنگ میں بھی زخم کھائے سینکڑوں
دشمنوں کے سر اڑائے سینکڑوں

میں نے مارے سینکڑوں شیر و پلنگ
پر کبھی بدلا نہ اس چہرہ کا رنگ

آکے یاں نکلی ہے اب ساری مروڑ
کانپتا ہے ڈر سے میرا جوڑ جوڑ

آسمانی رعب ہے اس شخص کا
ہے خدا کا لعل گدڑی میں چھپا

نتیجہ

حق سے جو ڈرتا ہو ظاہر اور نہاں
اُس سے ڈرتے ہیں سبھی خورد و کلاں

اوس سے ڈرتے ہیں سبھی دیو و پری
کرتے ہیں ارض و سما فرماں بری

حکایت ۲۲

فاروق اور مطرب

خون سے تھا کانپتا سارا بدن — دوڑتا باہر سے آیا دفعتاً
ابلہی تھی شکل وصورت سے عیاں — یا حفیظ کا سبق ورد زبان ہو
بندہ گئی گھگی نہ کر سکتا تھا بات — اوس سے پوچھا ہو گئی کیا واردات
آپ کو کس کا ہے ڈر سچ تو کہو — کیا کسی کا خوں کر کے آئے ہو
بولا میں خونی نہیں ہوں اور نہ چور — پکڑے جاتے ہیں گدہے باہر بزور
پکڑے جاتے ہیں گدہے بازار میں — سو گدہے درکار ہیں سرکار میں
سن کے بولا آپ تو انسان ہیں — اور پھر انسان بھی باشان ہیں
پکڑے جاتے ہیں گدہے گر شہر میں — اس سے کیا مطلب ہے ہمکو یا تمہیں
آپکی شکل وشباہت اور ہے — اور گدہوں کی طرز وعادت اور ہے
فکر ناحق کیوں ہے یہ پھر آپ کو — کیا تعلق اونسے آخر آپ کو
کیا گدہے بالکل ہیں سرکاری تقر — آپ کو وہ فرض کر لینگے جو خر
یہ جواب اسنے دیا کیجے قیاس — آپ جیسے کب ہیں سب مردم شناس
جب پکڑ لیں گے مجھے بازار میں — اور پھر لیجائیں گے بازار میں
بے تمیزوں سے پڑے گا سابقہ — میں کہاں تم کو پھروں گا ڈھونڈھتا
میں کہوں گا میں گدہا ہر گز نہیں — بات میری وہ سنینگے پھر کہیں

فائدہ

ربّ احفظنی دعا کرتے رہو — حاسدوں سے روز و شب ڈرتے رہو
یہ نہ سمجھو میں تو بالکل پاک ہوں — کس مپرسی میں بہ مثل خاک ہوں
یہ نہ سمجھو میں نہیں جب خود برا — میرا دشمن کون ہوگا پھر بھلا
میں نہیں ہوں جب کسی کے ساتھ بد — کون ہو سکتا ہے میرے ساتھ بد
تو بھلا ہے پر برے بھی ہیں یہیں — عاقبت کا خوف جو رکھتے نہیں

خلق آزاری میں رکھتے ہیں کمال	کینہ ور ہوتے ہیں بچھو کی مثال
کوئی ہو اس سے نہیں ان کو غرض	ڈنک ماریںگے یہ ہے ان د مرض
ہے یہی فطرت کا انکی اقتضا	ہوتے ہیں مجبور کیا کیجے جگہ

حکایت ۲۰

شہر میں وارد ہوا ایک نیک خو	ایک گھر کی کر رہا تھا جستجو
گھر نہ آتا تھا کوئی اس کو پسند	تھے مکاں تاریک سب اور بند بند
چاہتا تھا وہ کشادہ ہو مکاں	چوڑے کمرے اور آگے سائباں
اونچی اونچی ہوں چھتیں آنگن بڑا	ہو شجر اک سایہ دار اسمیں کھڑا
حوض بھی ہو حوض میں فوارہ ہو	چھت سے ہائیں باغ کا نظارہ ہو
پاس ہوں شاگرد پیشہ کے مکان	تا رہیں گھوڑے نظر میں ہر زماں
صاف ستھرا ہو مروانہ بھی ساتھ	پر کہیں ایسا مکاں لگتا ہے ہاتھ
چھان مارے کوچہ و بازار سب	پھرتے پھرتے تھک گئے جب یار سب
اتفاقاً ایک کوچہ میں کھڑا	یار کہنہ اک نظر اوس کے پڑا
ایک مدت تک رہے تھے ہم سبق	اک زمانہ تک رہے تھے ہم طبق
یہہ بلا ہو کر بغل گیر اس کے ساتھ	چومی آنکھیں اس نے چومے اسکے ہاتھ
اور کہا خدمت مجھے بتلائیے ۔	آپ یوں پھرتے ہیں مشفق کس لیے
یہ جواب اس نے دیا اے مہرباں	چاہیے مجھہ کو کرایہ پر مکاں ۔
ہو کشادہ وہ ہوا دار اور صاف	ہو نہ ہمسایہ طبیعت کے خلاف
سنکے وہ بولا کہ اے فرخندہ خو	اس قدر ہے فکر ناحق آپ کو

تیرے ہی سودے کا کیا آزار ہے — جس سے وحشت ہو اسے بازار ہے
کیا یہی آنکھیں تھیں جن کی کرکے یاد — آہوئے وحشی بنا وہ نامراد
کیا اسی محراب ابرو کی نماز — پڑھتا ہے کم عقل وہ اتنی دراز
وہ دہن کیا ہے یہی بے گفتگو — اس قدر جس کی ہے اس کو جستجو
کیا پڑی اس پر انہیں زلفوں کی تار — ہے جو مثل مار پیچاں بیقرار
فکر میں جس کی یہی ہے وہ کمر — بنگیا وہ سوکھہ کر تار نظر
کیا اسی سیب ذقن کی چاہ ہے — جس سے وہ غرق صفیر و آہ ہے
آدمی کی شکل اور صورت سبھی — کون سی تجھ میں ہے شان دلبری
کونسی ہے تجھ میں معشوقوں کی شان — کونسی تجھ میں ہے محبوبوں کی آن
سنکے لیلےٰ نے کہا خاموش رہ — سوچ پہلے بات کو پھر منہ سے کہہ
میں وہی ہوں، تو نہیں مجنوں مگر — کسطرح آوں تجھے لیلےٰ نظر
قیس کی آنکھیں اگر دیتے تجھے — حور سے تو دیکھتا خوشتر مجھے

حکایت ۱۰۰

ابوجہل

کہتے ہیں احمد کا روئے پرضیا — دیکھہ کر بوجہل یوں کہنے لگا
مجھہ کو تو آتا نہیں واللہ نظر — تجھہ میں کچھہ بھی حسن یا کوئی ہنر
آپ نے فرمایا تو کہتا ہے سچ — تو کہے جا خوب اپنے سچ کی پچ
دیکھہ کر صدیق نے پھر یہ کہا — آفتاب دو جہاں تو ہے شہا
چہرۂ تاباں ہے ایسا پرجمال — بدر کامل ہو مقابل کیا مجال
روئے اقدس سے عیاں ہے نور حق — آپ کی خاطر ہوئے افلاک شق

آپ کے احسان ہیں وہ انسان پر — تا قیامت بھی نہ بھولیں گے بشر
آیت رحمت ہو عالم کے لیے — زہر مہرہ شرک کے سم کے لیے
درفشاں سنکے ہوئے پھر یوں حضور — تھا عیاں روئے مبارک پر سرور
سچ ہے جو تونے کہا اے یار غار — تو ہے سچا صدق ہے تیرا شعار
عرض کی فاروق نے محبوب رب — راست دونوں قول ہو سکتے ہیں کب
آپ نے فرمایا اے میرے رفیق — دونوں ہیں سچے۔ یہ ہے اسکا طریق
ہوتے ہیں آئینہ ساں حق کے رسول — نیک و بد کی شکل کرتے ہیں قبول
ہر کوئی جیسا ہے بتلاتے ہیں ہم — عکس اس کا اسکو دکھلاتے ہیں ہم
کفر بوجہل اسکو آتا ہے نظر — صدق صدیق اسپہ خود ہے جلوہ گر

نتیجہ

کان آنکھ اور ناک اور اعضا تمام — دل کے تابع ہیں نہیں اسمیں کلام
دوست تجھ میں دیکھتا ہے وہ ہنر — جو نہیں آتے ہیں دشمن کو نظر
جو نہیں موجود ہوتے تجھ میں عیب — دیکھتا دشمن ہے وہ بے شک و ریب

حکایت ۱۹

بزاخفش

اپنے دروازہ میں اک مرد ظریف — تھا کھڑا۔ کیا دیکھتا ہے۔ اک شریف
موٹا تازہ لمبا چوڑا اور شکیل — ریش بھی مثل بزاخفش طویل
مولویانہ عمامہ زیب سر — شملہ تھا جس کا معلق تا کمر
جبہ لمبا پاؤں تک لٹکا ہوا — تکمہ میں قبلہ نما اٹکا ہوا
خشک تھے ہونٹ اور چہرہ اسکا زرد — ہوش پرّاں اور لب پر آہ سرد

پوچھا وہ جب کر چکے کچھہ راہ طے ۔ نحو میں بھی آپ کو کچھہ دخل ہے
سنکے کشتی بان نے یہ عرض کی ۔ مولوی صاحب نہ کیجے دل لگی
نحو یہہ کس جانور کا نام ہے ۔ نحو سے پڑتا مجھے کیا کام ہے
ہنسکے نحوی نے کہا جی واہ واہ ۔ عمر اپنی تم نے کی آدھی تباہ
جس کو نحو آتی نہیں حیوان ہے ۔ نام ہی کا وہ فقط انسان ہے
ناخدا نحوی کا سنکر یہ خطاب ۔ سٹ پٹایا دلمیں ہو کر لاجواب
یک بیک باد مخالف چل پڑی ۔ اور کشتی ایک بھنور میں جا پھنسی
ہوش نحوی کے وہیں پراں ہوئے ۔ دست و پا بھی خوف سے بیجاں ہوئے
تب کہا نحوی سے کشتی بان نے ۔ مولوی صاحب سنبھل کر بیٹھیے
اب کوئی دم میں ہے کشتی ڈوبتی ۔ کچھہ نہیں باقی امید زندگی
موت آتی ہے نظر مجھہ کو یہیں ۔ تیرنا بھی جانتے ہو یا نہیں
یوں دبی آواز سے اوس نے کہا ۔ تیرنا تو میں نہیں ہوں جانتا
پائی پڑھنے سے نہ فرصت اسقدر ۔ تیرنا میں سیکھتا اے خوش سیر
سنکے کشتی بان بولا واہ جی ۔ عمر تم نے مفت کل برباد کی

نتیجہ

جسم کی ورزش کا رکھہ خود التزام ۔ رکھہ یہی تاکید بچوں پر مدام
تاکہ رکھیں وہ بھی ورزش کا خیال ۔ وقت لیں اوسکے لئے بھی کچھہ نکال

فائدہ

محض علم آتا نہیں ہر وقت کام ۔ کچھہ ہنر بھی سیکھہ لے فرخندہ نام
ہو کے عالم ہو اگر خیرات خوار ۔ علم کو کرتا ہے وہ بے قدر و خوار
بیچتا ارزاں ہے وہ تفسیر کو ۔ مفت ضائع کرتا ہے اکسیر کو
تم نہ گھبراو مگر اوس بات سے ۔ خوب کو جائے نہ موقع ہات سے

لاجرم رہتی ہے پھر اُس کی نظر | ہر کس و ناکس کے دایم ہاتھ پر
اس قدر اوروں کا جو محتاج ہو | حق وہ کہہ سکتا ہے کیا سچ تو کہو
ہو جو ایسا پست ہمت پست حال | کسطرح ہوں گے بلند اسکے خیال
کیا اولی الامری کریگا خاک وہ | کیوں کہ ہو سکتا نہیں بے باک وہ
دیکھو گر اسلام کا علم رجال | پاؤگے ایسے بہت سے باکمال
پاؤگے ایسے ائمّہ بے شمار | کسب و حرفہ سے نہ جو رکھتے تھے عار
کھایا کرتے تھے کما کر ہات سے | بھاگتے تھے دور وہ خیرات سے
کوئی تھا فرّا کوئی حلاج تھا | کوئی قصار اور کوئی سراج تھا
کوئی عطار اور کوئی حمال تھا | کوئی دبّاغ اور کوئی قفّال تھا
تھا حریری کوئی کوئی صیرفی | تھا کوئی خیام کوئی اِدد کی
چونکہ دنیا کے نہ تھے محتاج وہ | اس لئے تھے دین کے سرتاج وہ
سامنے حجاج سے سفاک کے | روبرو تیمور سے بے باک کے
سامنے الحاکم خونخوار کے | روبرو محمود کے سفار کے
سامنے ہارون ذو احتشام کے | روبرو چنگیز خوں آشام کے
حق کے کہنے میں نہ کرتے تھے درنگ | جھوٹ سے ان کی صدا رہتی تھی جنگ

حکایت ۱۵

مجنوں لیلیٰ

تھی نہ لیلیٰ کچھ بہت ایسی حسین | گرچہ تھا اُس پہ فدا قیس حزیں
یہ سوال اک شخص نے اُس سے کیا | قیس کو تو نے ہی مجنوں کر دیا
عشق میں تیرے ہی وہ جادو بیاں | ہو گیا خاموش اور کج مج زباں

عہد میں فاروق کے مطرب تھا ایک
زند ظاہر میں مگر باطن میں نیک

اپنے فن میں اک یگانہ اوستاد
قاعدے سب راگ کے اسکو تھے یاد

تھی جوانی میں کبھی اُسکی یہ دھوم
ہر طرف سے شایقوں کا تھا ہجوم

چنگ کو جب وہ بجاتا شوق سے
اور گاتا راگ کوئی ذوق سے

زہرہ سنتی تھی تو رہ جاتی تھی سن
چرخ میں آتا تھا یہ چرخ کہن

راگ میں تھا اس کے جادو کا اثر
کان بن جاتے تھے سب دیوار و در

جب کبھی دمساز ہوتا ساز سے
ڈالتا مردوں میں جان آواز سے

زور پر جب تک رہا عہد شباب
زور پر اس کے رہے چنگ و رباب

جس قدر وہ ناتواں ہوتا گیا
بےمزا ہوتا گیا اس کا گلا

کہنہ سالی میں نوا سازی گئی
دانت ٹوٹے اور خوش آوازی گئی

قاعدہ دنیا کا ہے یہ مستمر
کوئی شے رہتی نہیں اک حال پر

ناز اٹھاتے تھے کبھی جو نازنیں
اب نہ دیتے بھول کر نان جویں

ایک دن کی عرض اس نے اے خدا
مدتوں تک تجھ سے میں بھاگا پھرا

سر کے بالوں میں سفیدی آگئی
چہرہ پر بالکل سیاہی چھا گئی

معصیت میں کاٹے ہیں ستر برس
اب نہیں باقی گناہوں کی ہوس

عیب میں کرتا رہا بےباک خوب
تو رہا ستار و غفار الذنوب

نفس نے ہر آن جرأت دی مجھے
اتنے دن تو نے بھی مہلت دی مجھے

لطف میں تو نے کمی ہرگز نہ کی
رزق کی تکلیف بھی اکدن نہ دی

تجھ پہ گر قرباں کروں اپنے تئیں
شکر احساں پھر بھی ہو سکتا نہیں

چنگ لے کر چل پڑا سوئے بقیع
بےکسی کو لایا وہ اپنا شفیع

گریہ وزاری سے جس دم تھک گیا
سو گیا تکیہ لگا اک قبر کا

یہ تو یاں سوتا تھا بالکل بے خبر — واں سنو تم حالت حضرت عمر
حضرت فاروق تھے مصروف کار — نیند آئی زور کر کے ایک بار
دل کو اپنے کام میں ڈالا بہت — ہر طرح سے نیند کو ٹالا بہت
پر جھکا کر آ جاتی ہیں جب افواج خواب — ہوتے ہیں ہوش و خرد تاراج خواب
خواب میں اونسے کسی نے یہ کہا — ہے بقیع پاک میں اک باخدا
سات سو دینار جا کر اس کو دے — اسکی دلجوئی بھی کر ہر طور سے
لیکے ہمیانی گئے حضرت عمر — کی بقیع پاک میں ہر سو نظر
پیر چنگی تنہا فقط موجود واں — دوسرا انساں تھا مفقود واں
پھر جگہ خطرہ نے اوسکے دل میں کی — پیر چنگی اور خدا کا ہو ولی
ہو گیا لیکن جب اونکو یہ یقیں — اور کوئی واں سوا اسکے نہیں
یہ کہا دل کو ملامت اپنے کی — کیا عجب ہو گر یہی مرد ولی
بیٹھے اوسکے سامنے با صد ادب — اور تعظیماً نہ کھولے اپنے لب
چھینک آئی اتفاقاً زور سے — چونک اُٹھا پیر چنگی شور سے
آنکھ کھولی دیکھا بیٹھے ہیں عمر — ناتواں تھا کانپ اٹھا سر بسر
آپ فرمانے لگے مجھسے نہ ڈر — میں ہوں تیرے واسطے اک خوشخبر
مژدہ تیرے دوست کا لایا ہوں میں — صرف خدمت کیلئے آیا ہوں میں
حق تعالیٰ تجکو کہتا ہے سلام — یہ صلہ بھیجا ہے تجھکو اور پیام
لے صلہ میں یہ رقم اور خرچ کر — ہو چکے گی جب تو پھر دے گا عمر
کر توکل ہمیشہ اور گا ذوق سے — چنگ تیرا ہم سنینگے شوق سے
یہ بشارت پیر چنگی نے سنی — گر کے سجدہ میں خدا سے عرض کی
یا الٰہی شکر تیرا از نہار — کر نہیں سکتا یہ عبد شرمسار

شک نہیں بندہ نوازی میں تری — بندگی میں گو ہوئی مجھ سے کمی
عمر کھوئی چنگ بازی میں تمام — بھول کر بھی تو لیا تیرا نہ نام
نیک اور بد میں نہ کی ہرگز تمیز — زیر و بم میں کھوئی سب عمر عزیز
زندگی کی اب نہیں مجھ کو ہوس — آرزو ہے میرے دل کی اب تو بس
قید دنیا سے مجھے آزاد کر — روح کو رحمت سے اپنی شاد کر
ہوگئی اس کی دعا تیر ہدف — گوہر جاں نے کیا خالی صدف
زندگی جاوداں حاصل ہوئی — روح اپنی اصل سے واصل ہوئی

نتیجہ

ہے کفیل دو جہاں نکتہ نواز — چاہیئے درگاہ میں اسکے نیاز
عجز و زاری کی فقط واں پوچھ ہے — اور نہیں کام آتی کوئی اور شے
ڈول کی مانند چشم تر سے رو — صحن جاں میں اپنی گل رحمت کے بو
کر تو زاری تجھ پہ ہو حق مہرباں — ہو جہاں پانی رواں سبزہ ہو واں
خوف رب سے جو رہیگا اشکبار — رحم فرمائیگا اوسپر کردگار
کیا مبارک آنکھ دنیا میں وہ ہے — روئے جو خوف خدا سے پے بہ پے
فی الحقیقت ہیں خنک وہ تن وہ جاں — عشق میں اسکے جو ہوں سوزاں ہر آں

حکایت ۲۳

قزوینی اور حجام

اہل قزوین میں یہ اک دستور تھا — گرچہ تھا دستور یہ از حد برا
جسم تھے یہ لوگ اپنا گودتے — مورتیں اسمیں بناتے سوئی سے
پہلوان قزوین کا اک نائی کے پاس — جا کے بولا یہ کہ بے خوف و ہراس

میرے شانہ پہ بنا تصویر ایک / ہاتھ تیرا ہے سبک اے مرد نیک
نائی نے پوچھا بناؤں کیا میاں / یہ کہا اسنے کہ ہو شیر ژیاں
ہے اسد طالع میرا۔ ہوں شیر کش / شیر کو میں دیکھ کر ہوتا ہوں خوش
نائی نے لی ایک سوئی نوک دار / جب لگا اُستاد کرنے اپنا کار
رو کے قزوینی نے پکارا ہائے رب / مار ڈالا ٹھیر اے ظالم تو اب
یہ بنا کیا عضو ہے یہ شیر کا / جس کو تو کندہ پہ ہے اب گودتا
نائی بولا روک کر روزن شتاب / شیر کی دم ہوں بناتا اے جناب
اس قدر ہوتے ہو تم کیوں بیقرار / پہلواں بولا نہیں مجھ میں سہار
شیر بے دُم کا بنا اے ذو فنوں / شیر بی دم ہوگا مردیکیں فنوں
دوسری جانب پہ چبھا سوئی کا سر / رو دیا قزوینی بے شرم پھر
ہائے میری جان نکلی رحم کر / نوک سوزن ہے کہ ہے یہ نیشتر
صبر کر قدرے کہا نائی نے جب / کان سے آغاز کرتا ہوں میں اب
سنکے قزوینی ۔ پکارا ہائے ہائے / تو نے مجھ کو مار ڈالا ہائے ہائے
کیوں بناتا شیر کا ہے تو کان / یہ سمجھتا کیا نہیں ناداں تو ہا!
کاٹتے ہیں کان سگ کے اس لئے / تا عیاں ہو خوف اس کی شکل سے
تو بنا لے کان کا اس شیر کو / تا کہ اس کا خوف طاری سب پہ ہو
سنکے یہ نائی ہوا کچھ مشتعل / نوک سوزن کی وہاں سے منتقل
کیا بتاتا ہے ۔ کہا ۔ اے بے ہنر / نائی بولا پیٹ ہے یہ ، صبر کر
یہ کہا اس سے بتا کر کے کرم / کیا ہے نقصان شیر ہو گر بے شکم
بزدلانہ سنکے قزوینی کی بات / سوئی پھینکی نائی نے توڑی دوات
بولا وہ ہو کر نہایت خشمگیں / نشتر ڈالا تو ہے ۔ خرد تجھ میں نہیں

شیر بے دم بے شکم بے کان کا | تو نے دیکھا ہے کہیں یا ہے سنا

نصیحت

آزما جرأت کو اپنی قبل جنگ | تا نہ وقت کار ہو حیران و دنگ
یہ نہ ہو میداں میں ہو تو خجل | بغلیں جھانکے اور کھڑا ہو پا بہ گل
امتحاں کے واسطے تیار ہو | کر توکل پھر کہ بیڑا پار ہو

حکایت ۲۴

حضرت موسیٰ اور اک طالب

نوجواں اک نیک بخت اور نیکنام | خدمت موسیٰ میں رہتا تھا مدام
پا کے موقع اک دن اسنے عرض کی | آپ کا ہے فیض جاری اے نبی
ایک عرصہ سے تمنا ہے کمال | میں بھی حیوانوں کی سیکھوں بول چال
مجھ کو انساں کی زباں بھاتی نہیں | خوش کوئی اسکی ادا آتی نہیں
فکر نان و نوش میں رہتا ہے یہ | پیٹ کے دھندے کی سب کہتا ہے
اس سے برتر تو کبھی ممکن نہیں | فکر ہو اسکی رسا اور دوربیں
حضرت موسیٰ نے ٹالا بارہا | اور اُسے قائل دلائل سے کیا
جس قدر انکار ہوتا تھا شدید | اُس قدر اصرار ہوتا تھا مزید
ہے یہ عادت حضرت انسان کی | اقتضا ہے اس کی فطرت کا یہی
جس جگہ سے روکے جاتے ہیں وہاں | رو کنے سے اور ہوتے ہیں رواں
آپ نے القصہ بہلایا اسے | نرمی اور سختی سے سمجھایا اسے
دل سے اپنے خبط تو یہ دور کر | اس کٹھن رستہ میں ہے جان کا خطر
ضد سے اپنی وہ مگر آیا نہ باز | عرض کی اسنے یہ از روئے نیاز

تم نے کی جس پر توجہ اک بار — بیڑا اُسکا ہوگیا اک پل میں پار

فیض کا چشمہ تمہاری ذات ہے — میں رہوں محروم یہہ کچھہ بات ہے

التجا موسے نے کی اے میرے رب — کیونکر اس احمق کو سمجھاؤں میں اب

نیک و بد میں یہ نہیں کرتا تمیز — اس کو اپنی جاں نہیں شاید عزیز

رب نے فرمایا کہ دے اسکو مدد — ہم نہیں کرتے دعا عاجز کی رد

عقل دی اسکو یہ ہے بااختیار — اپنے فعلوں کا یہ خود ہے ذمہ دار

لیکے موسے نے وہیں اللہ کا نام — اسکو حیوانوں کے سکھلائے کلام

دوسرے دن کھاکے کہانا شام کا — صحن کے میدان میں وہ پھرنے لگا

ایک کتا اور مرغ خانگی — صحن میں تھے ۔ خادمہ بھی آگئی

خادمہ نے جھاڑا دسترخوان جب — کتا تو کرتا رہا شور و شغب

مرغ آیا دوڑتا تاریک بہ یک — نے گیا وہ گوشت کی بوٹی اچک

یہ کہا کتے نے یار ہمنشیں — دل میں کچھہ انصاف بھی ہے یا نہیں

ڈر خدا سے ظلم تو کرتا ہے کیوں — گور اپنی آگ سے بھرتا ہے کیوں

ریزہ ناں حق تیرا ہے لا کلام — ہڈی اور بوٹی سے کیا تجکو ہے کام

مرغ بولا صبر کر تو رات بھر — بیل یہ آقا کا کل جائے گا مر

ہڈیاں کھالینا جتنی کہا سکے — بوٹیوں کے ڈھیر ہی ہوں گے لگے

مرغ سے سنکر خبر عیار نے — بیل اسی دم بیچکر کوڑے کئے

دوسرے دن پھر یہ کتے نے کہا — بولنے میں جھوٹ کے کیا فائدہ

مرغ بولا خوب واضح ہے تجھے — جھوٹ کی عادت نہیں ہرگز مجھے

دی بلا آقا نے اپنے سر سے ٹال — ہے مگر تقدیر کا ٹلنا محال

یاد رکھنا یہ کہ ہر سو بالیقیں — خیر بالکل اسکے گھوڑے کو نہیں

کھولا گھوڑے کو سنی جب یہ خبر	واپس آیا اسکو فوراً بیچ کر
بولا کتا اب نہ بیچے دم ہیں	شک رہا کیا اب تمہارے جھوٹ ہیں
مرغ بولا خوئے آقا ہے بری	غیر کی آئی سر اپنے ڈال لی
بیل اور گھوڑا اگر مرتے یہاں	فدیہ ہوتے اسکی جانکے بیگماں
جان کو اسکی ہے اب پورا خطر	کل یہ آقا دیکھنا جائے گا مر
نان و حلوا جائے گا میت کیساتھ	مل کے دونو خوب ہی مارینگے ہاتھ
ہوش یہ سنکر جواں کے اڑ گئے	عرض کی موسیٰ سے پھر یہ عجز سے
عفو کیجے للہ عاصی کی خطا	اور کیجے میرے حق میں پھر دعا
عفو کر میری خطا اب اے رسول	ہوں میں عاجز عذر ہو میرا قبول
آپ نے فرمایا اے کوتاہ بیں	جب قضا آئی تو ٹلتی ہے کہیں
پشت تیری اب جھکی جس بار سے	دیکھتا تھا میں پس دیوار سے

نتیجہ

ہو مصیبت کوئی نازل تجھ پہ گر	مال کا نقصان ہو تو غم نہ کر
فدیہ اس کو جان اپنی جان کا	آپ اپنے ہاتھ سے گویا دیا

فائدہ ۔ علم غیب

اس میں کچھ حکمت ہے خالق کی ضرور	جو نہیں یکساں ہمیں غیب و حضور
علم غیب انسان کو بخشا نہیں	اس کے حق میں یہ ہے بہتر بالیقیں
ورنہ ہوتی زندگی اوسپر وبال	رہتا ہر لحظہ اسے فکر و ملال
ہو نجومی یا ہو کاہن یا نبی	یا امام و قطب یا غوث و ولی
علم غیب اونکو نہیں اصلا دیا	خاصہ ہے یہ خدائے پاک کا
کرتے ہیں تسلیم لیکن عقل و نقل	ہے نہیں سب کی مساوی حس و عقل

آنکھہ سے ہے ادراک پرے اس آنکھہ سے
شرع میں کہتے فراست ہیں جسے

عقل بھی سب کی برابر ہے نہیں
بعض کی عقلیں بہت ہیں دوربیں

زنگ غفلت بعض پر موجود ہے
یہہ تفاوت بھی مگر محدود ہے

سعی کرلے عقل چاہے جس قدر
آگے پھر مجبور ہے عقل بشر

ہے مسلح وحی سے بھی ہر نبی
مستفیض الہام سے ہے ہر ولی

منبع ان سب کا ہے لیکن فضل رب
کسب و فطرت کا ہے انہیں دخل کب

ورنہ کیوں یعقوب رہتے بے خبر
چاہ میں کنعاں کے ہے لخت جگر

جفر و رمل و استخارہ اور نجوم
اس قدر جنکی ہے اس دنیا میں دہوم

شانہ اور ناخن کفِ دستا ور فال
بے حقیقت ہیں یہ سب شیطانکے جال

انکے ہے احکام میں بھی اختلاف
کیونکہ ہیں یہہ حکمت رب کے خلاف

حکایت ۲۵

اوستاد اور لڑکے

ایک مکتب کا کوئی اوستاد تھا
سنگدل اور سخت گیر اور بد لقا

لڑکے ۔ اسکے جبر سے تھے تنگ حال
جانتے تھے جان کا اسکو وبال

بیٹھہ کر یہ مشورت اک روز کی
کیسے پائیں اس بلا سے مخلصی

ہے یہ مثل سنگ خارا برقرار
اس کو اک دن بھی نہیں آتا بخار

تھا خلیفہ اون کا ایک طفل ذہیں
عقل رکھتا تھا رسا اور دوربیں

یہ کہا اوس نے کہ اک تدبیر تو
ہیں بتاتا ہوں اگر منظور ہو

ہے مگر یہ شرط پہلے سب کے سب
میرے آگے کہاؤ تم سوگند رب

عہد و پیماں ہو چکا مضبوط جب
تو کہا اسنے بتاتا ہوں میں اب

کل ہر اک ہم میں سے جب اُستاد کے
سامنے آئے تو فوراً یہہ کہے

اس قدر رنجدہ ہی نصیب دشمناں
کس لئے ہے آج چہرہ پر عیاں

جب سنے گا بات وہ یہہ بار بار
وہم اوس کے دلمیں کر جائیگا کام

چھوڑ کے مکتب چلا جائے گا گھر
ہم پھرینگے کودتے سب بے خطر

کر گئے تسلیم سب۔ ہاں ٹھیک ہے
مل کے بولے سب خلیفہ جی کی جے

دوسرے دن ہو کے خوش گھر سے چلے
سب کے سب جائے معین پر چلے

لگ رہی تھی دلمیں اون سب کے لگن
جی میں تھا ہر ایک اونھیں سے مگن

قابو میں آئینگے آج اوستاد خوب
عمر بھر رکھینگے ہم کو یاد خوب

پھر خلیفہ جی نے کہا جاتا ہوں میں
دانو میں استاد کو لاتا ہوں میں

بات کل کی یاد رکھنا تم سبھی
لب پہ تم لانا نہ کوئی بھی ہنسی

دہ گیا اور بھولا بھالا منہ بنا
یہ لگا کہنے کہ یا مخدومنا

ہے نصیب دشمناں کیسا مزاج
زرد ہے حضرت کا کچھہ چہرہ جو آج

بولا وہ ہو کر بہت چیں بر جبیں
فکر کیوں تجھہ کو ہوئی پھر اسے لعین

جو زباں پہ آیا اور اس سے کہا
وہم کا شوشہ مگر دل میں رہا

دوسرا آیا گیا اوس نے سلام
اور کہا یا حضرت والا مقام

دشمنوں کا آج چہرہ زرد ہے
کیا کہیں حضرت کے سر میں درد ہے

ہو گیا خاموش سنکر اوستاد
وہم کا دل میں بڑھا لیکن مواد

تیسرے شیطاں نے جب آکر یہی
پوچھا تو استاد کی جان پر بنی

حاشیہ پر حاشیہ چڑھتا گیا
وسوسہ استاد کا بڑھتا گیا

آگیا اوستاد کو آخر یقیں
کچھہ نہ کچھہ ہے بات خیریت نہیں

یہ کہا بچوں سے ہاں دکھتا ہے سر
آؤ تم سب چل کے پڑھنا میرے گھر

جا کے بیوی سے کہا دشمن ہے تو — میں گیا مکتب میں تیرے روبرو

تھا جتانا تجھکو یہ بے قال و قیل — آج تم معلوم ہوتے ہو علیل

بیوی بولی آئینہ موجود ہے — دیکھ لے منہ بحث اب بے سود ہے

ورنہ ظاہر ہے کہ لقماں کے بھی باپ — وہم کی دارو نہیں اے ناشناس

بولا وہ چپ رہ نہ اب باتیں بنا — جا کہیں جلدی میرا بستر بچھا

تکیہ رکھکر ڈال دے مجھ پر لحاف — باندھ پیشانی پہ پٹی ایک صاف

الغرض سچ مچ بنا بیمار وہ — زندگی سے ہو گیا بیزار وہ

ہائے ہائے درد سے کرنے لگا — سرد آہیں دمبدم بھرنے لگا

اس طرح سرگوشی پھر لڑکوں نے کی — جتنی کوشش کی وہ سب ضائع ہوئی

دل میں سمجھا پھر خلیفہ سوچ کر — معترض ہیں یہ تری تدبیر پر

یہ کیا اوس نے اشارہ دوستو — زور سے پڑھنا شروع اب تم کرو

چیخ کر پڑھنے لگے شاگرد سب — بولا وہ ہو کر نہایت پر غضب

تم کو کمبختوں نہیں کچھ بھی خیال — درد سے استاد ہیں بالکل نڈھال

سنکے یہ استاد بولا جاؤ تم — ایک ہفتہ تک نہ پڑھنے آؤ تم

جھکگے تسلیمات سب لائے بجا — ملکے سب نے کی خدا سے یہ دعا

یا الٰہی دے شفا استاد کو — سایہ اس کا تا قیامت ہم پہ ہو

مائیں تھیں بیٹھی ہوئی آرام سے — لو لگائے اپنے اپنے کام سے

پوچھا ان سے کس لئے آئے ہو تم — ہم پہ کیوں قہر خدا لائے ہو تم

بولے یہ بیمار ہیں استاد جی — ہفتہ بھر کی اسلئے چھٹی ملی

دوڑی ساری وہ گئیں ملا کے پاس — جا کے دیکھا تو پڑا ہے بے حواس

یہ لگیں کہنے نہایت درد سے — رات کو کل آپ تھے چنگے بھلے

دشمنوں کو دفعتاً گیا ہو گیا	شافی مطلق دے جلدی سے شفا
بچ گیا اوس نے کہا میں بال بال	فی الحقیقت ہو گیا بتلا تھا حال
میری بیوی نے خبر مجھکو نہ کی	زیب و زینت سے اپنے فرصت نہ تھی
میرے بچوں کا بھلا اللہ کرے	حال بیماری کا بتلایا سب مجھے

فائدہ نمبر ۱

آج کل اکثر رئیس اور بعض امیر	ہیں کم و بیش اس حماقت میں اسیر
اونکے خادم اور مشیر اور اہلکار	ہوتے ہیں غدار سب یہ نابکار
کرکے سازش ڈالتے ہیں ایسا ڈھنگ	چاہتے ہیں جو چڑھا دیتے ہیں رنگ
رستم آقا کو بنا دیں خواہ زن	چاہے سلطان چاہے ابدال زمن
حاضر دربار جب ہوتے ہیں سب	ہوتے ہیں حد سے زیادہ با ادب
یک زباں ہوتے ہیں سب یوں حرف زن	ہے بجا بالکل یہ حضرت کا سخن
پھر یہی سب بیٹھ کر تنہا دنی	اپنے آقا کی اڑاتے ہیں ہنسی
حق نمک کا خوب کرتے ہیں ادا	حیف انکو کچھ نہیں خوف خدا

فائدہ نمبر ۲

واہمہ انسان کا خلاق ہے	ہستی معدوم میں مشتاق ہے
یعنی حق نے کی نہیں پیدا جو شے	وہ بھی ہوتی دفعتاً موجود ہے
واہمہ کے طفیل اے پر تمیز	دیکھتی ہے آنکھ اک معدوم چیز
کاتتی ہے چاند میں بڑھیا بھی سوت	اور مسانوں میں نظر آتے ہیں بھوت
دیتے ہیں پتھر کے بت تجھکو جواب	قبر کے مردے بھی سنتے ہیں خطاب
فاختہ کہتی ہے حق سرہ	آکے جن کرتے ہیں ظاہر گفتگو
ہوتے ہیں گرنے کو جب اہل کمال	آکے دست شیخ لیتا ہے سنبھال

دشت میں جب بھول وہ جاتے ہیں راہ　　آتے ہیں حضر اور دکھلاتے ہیں راہ
پتر کے ہلنے سے رستم سا جوان　　کانپتا ہے ۔ باد سے جیسے نشان
ہو خیال اک چیز کا جب بیشتر　　خواب میں آتی ہے وہ شب کو نظر
واہمہ کی نقشبندی ہے یہ سب　　اصلیت ورنہ ہے ان اشیا کی کب

فائدہ نمبر ۳

عکس پر اسکے ذرا کر تو نظر　　دوست یہ آتے ہیں جو تجھہ کو نظر
کہتے ہیں آکر کہ تو ہے ایسا نیک　　نیکدل تجھہ سا نہیں دنیا میں ایک
منہ پہ اچھا بتاتے ہیں سب تجھے　　مسخرے ہیں سب بناتے ہیں تجھے
ہے خوشامد نفس کی تیرے غذا　　فربہ ہونا نفس کا ہے اک بلا
یہ مرض وہ ہے مہیب اور خوفناک　　نفس کو کرتا ہے آخر میں ہلاک
گاو و خر فربہ شود از ناو نوش　　آدمی فربہ شود از راہ گوش

حکایت ۲۶

صبح دم اک شیر نکلا غار سے　　بھیڑیا اور لومڑی خدمت میں تھے
سب نے مل کر راہ اک جنگل کی لی　　ہر طرف دوڑے تلاش صید کی
دوڑنے تینوں لگے میدان میں　　اور گئے کوسوں نکل میدان میں
کھوند ڈالے ظالموں نے بن کے بن　　لگ گیا ہاتھ اون کے آخر اک ہرن
بعد ازیں خرگوش مارا شیر نے　　روجھہ بھی اک پچھاڑا شیر نے
کرچکا جب تین جانوں کا شکار　　تین بیکس ناتوانوں کا شکار
بھیڑیئے سے شیر نے پھر یہ کہا　　امتحاں ہے آج تیری عقل کا
تجھہ میں دیکھیں ہے سلیقہ کسقدر　　سوچکر اس صید کو تقسیم کر

حکم سنکر آگے آیا بھیڑیا — دست بستہ التماس اسنے کیا
روجھہ ہے سب سے بڑا کھائیں حضور — اور ہرن بندہ کو دلوائیں حضور
رہگیا خرگوش باقی اے جناب — لومڑی کو وہ عطا کیجیے شتاب
تھی نہ اس تقسیم میں جائے مقال — شیر لیکن ہوگیا غصہ سے لال
کہہ گئے ہیں سعدی شیریں زباں — بادشاہوں کی عجب ہے داستاں
یہ کبھی دشنام سے ہوتے ہیں خوش — اور کبھی تسلیم سے ہیں رو ترش
بھیڑیے کے منہ پر اک تھپڑ دیا — اور جدا پھر تن سے اسکا سر کیا
یہ کہا اے بے ادب لے بے تمیز — ہے ادب آخر کوئی دنیا میں چیز
حکم روبہ کو دیا تقسیم کر — عقل ہے دیکھو نہیں تجھ میں کس قدر
اسنے اول عجز سے سجدہ کیا — پھر ادب سے یہ جواب اسکو دیا
نیل گائے تو ابھی کھائیں حضور — شام کو کھائیں یہ آہو بالضرور
بھوک گر معلوم ہو پھر بیچ میں — نقل اس خرگوش کا فوراً کریں
شیر یہ سنکر نہایت خوش ہوا — اور کہا ہے تو نہایت باوفا
یہ ترے آداب بھاتے ہیں مجھے — کس نے یہ آداب سکھلائے تجھے
لومڑی بولی کہ اے شاہ جہاں — ہے یہ جو مرحوم افتادہ یہاں
میں نے جو اس وقت کی تقسیم ہے — یہ سلیقہ اوسی کی ہی تعلیم ہے
بھٹ میں واپس آئی جسدم لومڑی — سجدۂ خالق میں فوراً گر پڑی
اور کہا صد شکر رب لایزال — شیر نے پوچھا کیا مجھسے سوال
حکم ہوتا بھیڑیے سے پہلے گر — سر مرا تن پر نہ آتا اب نظر

نتیجہ نمبر ا

سر کے بل اوروں کو گرتا دیکھکر — پھر بھی گر سنبھلے نہ کوئی بے خبر

لے نہ عبرت دیکھکر اوروں کا حال
وے نہ دکھلائی اسے اپنا مآل

وہ نہیں انسان ہرگز اے عزیز
عقل سے خارج ہے کودن بے تمیز

نتیجہ نمبر۲

خودغرض محروم رہتا ہے مدام
بے غرض کے خود بخود بنتے ہیں کام

حرص کے پھندے میں ہوتا ہے اسیر
اسلئے رہتا ہے نظروں میں حقیر

بے طمع کا اسکی ہمت کے سبب
جس جگہ جاتا ہے ہوتا ہے ادب

حکایت ۲۷

عاشق اور معشوق

پہنچا عاشق اک در معشوق پر
دیکے دستک یہ کہا ہاں کھول در

کون ہے؟ اندر سے آئی یہ صدا
عرض کی اس نے کہ "میں" اے خوش لقا

در پہ ہوں حاضر بچشم اشکبار
ناخریدہ ہوں غلام جاں نثار

یہ کہا معشوق نے اے نیک پے
پختہ ہوکر آ تو ابتک خام ہے

تجھ میں باقی ہے ابھی "میں" کا غرور
کامیابی کی ابھی منزل ہے دور

جل گئی رسی مگر باقی ہے بل
ایک برس اور آتش ہجراں میں جل

الغرض اک سال وہ حیران و زار
ہجر میں بھٹکا پھرا لیل و نہار

ختم جب مدت ہوئی۔ دل سوختہ
آ ہوا حاضر مگر لب دوختہ

آکے دستک دی نہایت عجز سے
کون ہے در پر کہا معشوق نے

عرض کی اسنے کہ اے جانِ جہاں
تو ہی ہے خود غیر دنیا میں کہاں

سنکے یہ معشوق بولا مرحبا
گھر ہے تیرا شوق سے ہر وقت آ

مالک اس گھر کا سمجھ اپنے تئیں
فرق اب کچھ مجھ میں اور تجھ میں نہیں

فائدہ

مدعی تو ہے جو حب قوم کا — قوم میں اپنے تئیں پہلے مٹا
بلہوس ہوتا نہیں فانی قوم — پیٹ کا کتا ہو کب بانی قوم
ہے جو خواہش قوم کی اصلاح کی — چھوڑ کر تن پروری کر تن وہی
کام ہے کچھ قوم کا کرنا اگر — سر بسر اپنی غرض کو ترک کر
جب نہیں ہوتی غرض کچھ درمیاں — آدمی بھی ہے فرشتہ بیگماں
اس کے ناکامی نہیں آتی ہے پاس — تیز ہو جاتے ہیں سب ہوش وحواس
اس کے برعکس آزمایا بار بار — کرتی ہے خود مطلبی انساں کو خوار
راہ سیدھی سوجھتی وسکو نہیں — قوم بھی کرتی نہیں اس کا یقیں
ایک نکتہ یہاں بتاتا ہوں تجھے — سخت پھسلن سے بچاتا ہوں تجھے
اہل دعوی یہاں پھسلتے ہیں بہت — گر کے نیچے ہاتھ ملتے ہیں بہت
ہے نہایت خوف سے پُر یہ مقام — سینکڑوں یہاں کھو چکے ہیں ننگ و نام
قوم کی اصلاح کا بیڑا اُٹھا — نوجواں کرتا ہے ظاہر ولولہ
کچھ دنوں کرتا نہیں ہرگز قصور — قوم کی اصلاح میں وہ پر شعور
چین سے سوتا نہیں وہ مرد نیک — رات اور دن کو بنا دیتا ہے ایک
یک بیک شیطان اس کے نفس کا — ڈالتا ہے اس کے دل میں وسوسہ
میں کھپاؤں جان اپنی روز و شب — صدر مجلس دوسرا ہو ہے غضب
قول یہ ہو راست بھی اے رہبریں — پر فنا فی القوم کے شایاں نہیں
اس سے یہ معلوم ہوتا ہے عیاں — مقصد اصلی کا ملتا ہے نشاں
اپنے مطلب کے لئے کوشش تھی سب — قوم کا تھا اک بہانہ اور سبب
یاد رکھو یہ کہ ایسے آدمی — خلق میں عزت نہیں پاتے کبھی
حسبتہً للہ کیا جس نے عمل — رائیگاں جاتا نہیں ہے اسکا پھل

خالصاً للہ نیت رکھہ مدام ہیں طفیلی اوسکے عزت اور نام
خود بخود آجائینگے یہ سب بے طلب بات کیوں کھوتا ہے اپنی بے سبب
کام ہوگا گر تیرا سب عیب و لوم خود بخود بنجائے گا سردار قوم

حکایت ۲۸

عیسی روح اللہ سے آکر سوال ایک دانا نے کیا اے باکمال
سب سے بڑھکر خوفناک اور سخت شے کونسی اس عالم ہستی میں ہے
یوں ہوئے گوہر فشاں وہ پاک لب سخت تر سب سے ہے خالق کا غضب
عرض کی یہ قول ہے بالکل بجا اس سے بچنے کی مگر تدبیر کیا
یہ دیا سنکر مسیحا نے جواب یاد کر کے قہر کا اسکے عذاب
کر نہ ظلم ان پر جو خود مظلوم ہیں ہو نہ غصہ اون پہ جو محکوم ہیں
غصہ اپنا تو اگر پی جائے گا رحمت حق میں جگہ تو پائے گا

حکایت ۲۹

متفق اس پہ ہیں کل اہل سیر ایک دن زہرا کا وہ لخت جگر
فاطمہ کا سب سے پہلا لاڈلا باپ اور نانا کے نازوں کا پلا
رحمت عالم کے کندھے کا سوار رابع اہل عبا عالی تبار
وہ امیر المومنیں فخر زمن پاک دیں اور پاک دل یعنی حسن
کھا رہے تھے ایک مجلس میں طعام شوربے کا بادیہ لایا غلام
کھا کے ٹھوکر اتفاقاً گر پڑا آپ کے کپڑوں کو آلودہ کیا
حضرت شبر نے دیکھا گھور کر از رہ تادیب کی اس پر نظر

لرزہ میں تھا وہ نہایت خوف سے	یاد آئی آیت قرآن اوسے
کاظمین الغیظ جب اُس نے کہا	آپ بولے میں نے غصہ پی لیا
لفظ عافین زباں سے نکلا جب	یہ کہا جا بخش دی تقصیر سب
جب کہا اُسنے یحب المحسنین	کردیا آزاد بھی اسکو وہیں

نتیجہ

غصہ اپنا پیکے مردان خدا	عفو کرتے ہیں جب عاصی کی خطا
پیار کرتا ہے انہیں رب غفور	بخش دیتا ہے سبھی انکے قصور

حکایت ۳۰

لگلے وقتوں میں کہیں تھا اک جواں	نیک مرد اور صاحب زور وتواں
رات تھی تاریک اور پچھلا پہر	گھر میں وہ سوتا تھا اپنے بے خبر
آہٹ آئی ناگہاں اک کان میں	پھرتا ہے گویا کوئی دالان میں
آنکھ جب کھولی تو دیکھا چور ہے	چاہتا ہے وہ اُٹھالے کوئی شے
اُٹھکے بستر سے بہادر نے جھپٹ	چور کو پکڑا گیا اسکے لپٹ
زور اپنا سب لگایا چور نے	اس سے دامن کو چھڑایا چور نے
پیچھے پیچھے تھا جواں آگے تھا چور	تھک گئے دونو دوڑکر خوب زور
چور کو انجام قابو کر لیا	پکڑی گردن اور آگے دھر لیا
کوتوالی تاکہ لیجائے اسے	اور سزا چوروں کی دلوائے اسے
دیکھ کر یہ حالت اپنے دوستکی	چور کے ساتھی نے یہ آواز دی
جلد آ۔ اے مرد۔ یاں دو چور ہیں	میں اکیلا اور وہ شہ زور ہیں
ڈر گیا سنکر کہیں ایسا نہ ہو	مار ڈالیں وہ زن و فرزند کو

چور کو چھوڑا وہیں اور پھر جواں
جانب خانہ ہوا واپس رواں

دیکھا شخص اک کر رہا تھا شور وہ
اس سے پوچھا کسجگہ ہیں چور وہ

چور تو۔ بولا نہیں موجود یاں
ہیں زمیں پر اُن کے پاؤنکے نشاں

چور میں نے آنکھ سے دیکھا نہیں
ان نشانوں سے مگر ہے یہ یقیں

چوریاں دونوں ابھی موجود تھے
اب خدا جانے کہاں وہ چلدیئے

سنکے یہ غصہ ہوا مرد عقیل
اسطرح کرنے لگا اُس سے دلیل

یا تو تو بھی چور ہے اے فلسوف
ورنہ ہے حد سے زیادہ بیوقوف

یہ نشاں جو تو دکھاتا ہے مجھے
کچھ تو ہیں انہیں سے میرے پاؤنکے

اور کچھ اوس چور کے ہیں نقش پا
جس کو میں اب کرکے آیا ہوں رہا

نتیجہ

دوڑ اگر ساری پر آدھی چھوڑ کر
کھوئیگا آدھی بھی تو اے بے خبر

اک کبوتر ہاتھ میں اے ناشناس
اس سے بہتر گر ہوا میں ہوں پچاس

حکایت ۳۱

پالا دنبہ اک جواں نے شوق سے
ساتھ اپنے اسکو پھرتا تھا لیئے

اس قدر مانوس وہ حیواں تھا
بے رسن تھا پیچھے پیچھے دوڑتا

ایک دن بازار میں وہ نوجواں
جا رہا تھا پیچھے دنبہ تھا رواں

چل رہا تھا منہ اٹھائے سادہ دل
رستہ میں اس کو گیا اک چور مل

چور نے دنبہ اٹھا کر پشت پر
بار اچھا کا اولیا کندھے پہ دھر

مڑ کے جب ناداں نے دیکھا ناگہاں
پایا دنبہ کا نہ واں نام و نشاں

کی نشاں پا سے اُسکی جب تلاش
اک کوئیں پر مل گیا وہ بدمعاش

اسکو آتا دیکھہ کر حیلہ کیا / دہوکہ اس احمق کو پہر اسنے دیا
لگ گیا رونے وہ ایسا زار زار / بندھہ گیا تہا ہچکیوں کا ایک تار
نوجواں نے چور کا دیکہا یہ حال / یہ نہ سمجہا یہ بہی ہے ایک اس کی چال
دنبہ کا چہوڑا خیال اس مرد نے / سب بہلایا دوسرے کے درد نے
رحم آیا اسکو اس کے حال پر / اس سے پوچہا بہائی کیوں ہے چشم تر
کونسی تجہہ پر مصیبت آ پڑی / باندھ دی تونے جو اشکوں کی جہڑی
میں اگر روتا تو تہا بالکل بجا / کیونکہ تو لایا میرا دنبہ اڑا
چور بولا کیا کہوں اے حق شناس / ایک ہمیانی تہی زر کی میرے پاس
عمر بہر کی کل کمائی تہی وہی / پشت سے کہل کر کنوئیں میں گر پڑی
پانسو دینار اوس میں نقد تہے / اسطرح سے سب کے سب جاتے رہے
کوئی غوطہ زن نکالے اسکو گر / اسمیں سے دیدونگا اسکو نصف زر
دنبہ کی بابت نہ تہی میری خطا / پیچہے پیچہے میرے وہ خود ہو لیا
پیچہے پیچہے آتے دیکہا تہا ضرور / ہم گئے تہے جب نکل بہت ہی دور
آگیا لالچ میں یہ سنکے جواں / گفتگو دل میں لگا کرنے جواں
خوبیٔ قسمت نے کی اب رہبری / مل گیا دنبہ بہی اور پہر نقد بہی
جوتیوں کو اور کپڑوں کو اتار / چاہ میں اترا ہوا مصروف کار
وہ کنوئیں کی تہ میں غوطہ میں رہا / چور فرصت پا کے سب کچہہ لے اڑا

حکایت ۳۲

ایک بہرہ سے کسی نے یہ کہا / سخت ہے بیمار ہمسایہ تیرا
جا عیادت کے لئے اے نیک پے / پوچہنا بیمار کا مسنون ہے

یہ کہا اُسنے کہ وہ بیمار ہے	مجھکو اونچا سننے کا آزار ہے
پیش آئیں گی بہت سی مشکلات	سن سکوں گا کسطرح میں اسکی بات
پہر کہا دل میں کہ کچھہ پروا نہیں	مجھہ کو بہکاتا ہے شیطان لعیں
گر ارادہ کوئی نیکی کا کرے	ڈالتا ہے دلمیں صد ہا وسوسے
ہے عیادت کی مقرر بات چیت	خوب ہے معلوم مجکو رسم و ریت
الغرض پہر گیا بیمار پاس	جا کے بیٹہا سامنے اُسکے اداس
دیکھہ کر بہرہ کو گرم التفات	اسطرح بیمار نے کی اس سے بات
کیا کہوں اے مہرباں مرتا ہوں میں	ہاں جو باقی چند دم بہرتا ہوں میں
پہر یہ سمجہا کہ اوسنے یہ کہا	میں ہوں بہتر شکر ہے اللہ کا
بہرہ نے دونو اٹہائے اپنے ہاتھہ	اور دعا کرنے لگا زاری کیساتھہ
شکر ہے تیرا خدائے ذوالجلال	دوست کا اپنے یہ دیکھا اگے حال
ہو زیادہ اس سے بہی قادر کریم	ہوں میں اسکا خیر اندیش قدیم
سنکے یہ بیمار جہنجلایا بہت	غصہ بہرہ دوست پر آیا بہت
پہر یہ پوچہا کیا دوا کہاتے ہو تم	یا دوا پر پہر رہی ہے کلہم
منہ بنا کر اور نہایت غیظ سے	زہر کہاتا ہوں کہا بیمار نے
بولا بہرہ یہ تو اعجوبہ ہے شے	علم طب میں مجہہ کو بہی کچہہ دخل ہے
لکہتے آئے ہیں اطبائے سلف	اس مرض میں ہے یہ شے تیر ہدف
پہر یہ پوچہا ہے معالج کون سا	آج کل کرتے ہو تم کس کی دوا
دل میں اپنے جل کے وہ بولا غریب	ہے فرشتہ موت کا میرا طبیب
بہرہ بولا ہو مبارک یہ حکیم	ہے بڑا حاذق نہایت ہے فہیم
اس سے بڑھکر شہر میں کوئی نہیں	ہاتھہ میں اسکے شفا ہے بالیقیں

اک نصیحت میں بھی کرتا ہوں مگر
تم طبیبوں کے نہ پھرنا در بدر
اس کا دامن اب نہ ہرگز چھوڑنا
منہ نہ دروازہ سے اسکے موڑنا

نتیجہ

ایسے عابد اس جہاں میں کم نہیں
جنتی ہونے کا ہے جن کو یقیں
بدعتوں سے پر عبادت اونکی ہے
سب ریا اور زور طاعت انکی ہے
جاہلوں کو یہہ نہیں معلوم آہ
یہ عبادت انکی ہے خالص گناہ

آداب عیادت

کر عیادت دوست کی اے خوش صفات
اس کی بابت یاد رکھہ لیکن یہ بات
بول آہستہ . سمجھہ بالکل حرام
چند لمحوں سے زیادہ وہاں قیام
انس تجھہ سے ہو اگر بیمار کو
اور وہ خواہش کرے بیٹھا رہو
دے تسلی اور شفا کی کر دعا
دل بڑہا اوس کا کہ یہ بھی ہے دوا

لطیفہ ۳۳

کہتے ہیں کوئی عیادت کے لئے
جا کے بیٹھا پاس اک بیمار کے
جم کے بیٹھا اس قدر مرد فضول
ہو گیا بیمار وہ آخر ملول
باتوں باتوں میں کہیں اُسنے کہا
پوچھنے والوں سے میں تنگ آگیا
سادہ لوح سے وہ بولا بے خبر
کیا لگا دوں اٹھکے میں زنجیر در
بولا ہاں دیجے لگا زنجیر در
ہو نہ کچھہ تکلیف اٹھنے میں اگر
اور کرو دروازہ گر باہر سے بند
مجھہ پہ ہوگا آپ کا احساں دوچند

حکایت ۳۴

ذوالنون و دوست

مصر میں تھے اک ولی ذوالنون نام / قطب دوراں وقت کے اپنے امام
دل میں ان کے شور اٹھا ایک بار / کر دیا چاک گریباں تار تار
خانقاہ اور مدرسہ کو چھوڑ کر / خرقہ اور تسبیح سے منہ موڑ کر
پھینکا عمامہ کیا جبہ کو شق / جانب بازار نکلا مرد حق
اسکے شور ہاے و ہو سے ناشناس / آ گئے تنگ اور گئے حاکم کے پاس
حکم حاکم نے بہ مجبوری دیا / اور روانہ قید خانے کو کیا
قید خانہ لے چلے ناقدرداں / آگے آگے ہو لیا وہ بے زباں
پیچھے پیچھے اسکے شاگرد اور مرید / اشک برساتے تھے ہو کے ناامید
دوست اسکے سب کے سب پیچھے چلے / گفتگو آپس میں یوں کرتے چلے
کب مناسب ہے کہ یہ مرد فقیر / بیکسی کی قید میں ہو یوں اسیر
حاشا للہ یہ ہے ولی باکمال / اور پڑے اسیر جنوں کا یہ وبال
ہم تو کہتے ہیں کہ یہ ہے راز کچھہ / خلق سے چھٹنے کا ہے انداز کچھہ
کچھہ کرو اس کی خوشامد کچھہ نیاز / آؤ مل کر اس سے پوچھیں کیا ہے راز
جو جری انمیں تھے اور تھے منہ چڑھے / جمع ہو کر سبکے سب آگے بڑھے
ڈانٹا اونکو دور سے ذوالنون نے / کیوں بڑھے آتے ہو یوں مجنون سے
بولے وہ لے اہل دل کے مقتدا / دوست ہیں ہم سے نہ راز اپنا چھپا
ہم ترے صادق محب اور یار ہیں / اس تری حالت سے دل افگار ہیں
کچھہ تو کہہ جس سے تشفی ہو ہمیں / کچھہ اشارہ کر تسلی ہو ہمیں
دل میں سوچا بھا گئے یہ راز کو / چاہتے ہیں پھر پھنسا دیں باز کو
دوستی کا انکی لوں اب امتحاں / تا کہ صحبت سے ملے انکی اماں
ایک کے ڈھیلا کیا ایسا رسید / وہ ہوا جینے سے بالکل ناامید

دوسرے کے پشت پر لاٹھی کسی — حالت اسکی جاں کنی کی ہو گئی

تیسرے کے لات ماری ران پر — بھاگ اٹھے سب کے سب یہ دیکھکر

بھاگ اٹھے سب کے سب جب خوف سے — قہقہہ پھر مار کر ذوالنون ہنسے

اور کہا یہ کیا ہیں یہی وہ ہرزہ گو — کرتے تھے جو مجھ پر فدا جو جان کو

نتیجہ

کھلتی ہے زر کی حقیقت آنچ سے — دوست کی اسوقت جب بپتا پڑے

وقت پر جو کام آئے دوست ہے — دوستی کو جو نبھائے دوست ہے

حکایت ۳۵

پیش آیا ایک صوفی کو سفر — چل پڑا اپنے گدھے پر بیٹھ کر

پہنچا جب ایک شہر میں وہ بے ریا — خانقاہ میں جا بچھایا بوریا

خوب مالش کی گدھے کو باندھ کے — گھاس اور دانہ کھلایا خوب اسے

پاسباں سے یہ کہا تاکید کر — جانور کی تم ذرا رکھنا خبر

صوفیانِ خانقاہ خوش باش تھے — تھے بڑے فیاض پر قلاش تھے

تھے وہ اخوان الصفا طینت کے پاک — وارد و صادر سے کرتے تھے تپاک

آپادھاپی کو سمجھتے تھے برا — صاف دل تھے۔ اسقدر ایثار تھا

مال سے اپنے نہ کرتے کچھ دریغ — ہے دوئی بہرِ اخوت تیز تیغ

اس مبارک مسئلہ پر کر عمل — اوسکی وسعت میں نہ سمجھے کچھ خلل

بیچ کر خر کو وہ لائے ماحضر — خوب دعوت میں دکھائی کر و فر

یہ نہ سمجھے کون ہے کس کا ہے مال — جو بھی کرتا ہے مہمان کا خیال

شب کو کی اک بزم حال و قال کی — کودنے میں کی نہ یاروں نے کمی

وجد کا ایسا ہوا بازار گرم
خانقاہ کے شیخ نے وقت سحر
نعرہ مارا اور کہا باہ تفت
سنکے یہ مصرع زبان شیخ سے
سمجھے حضرت بہی کہ کوئی رمز ہے
جب دیا سب نے اسی مصرع پہ زور
مالک خر بہی لگا کہنے یہی
صبح کو مجلس ہوئی برخاست جب
صوفی سادہ دل و بحر صفا
جاکے دیکہا تو گدہا تہا وہاں سے گم
پوچہا خادم سے کہ تو تہا پاسباں
کہہ سنایا ماجرا خادم نے سب
سرزنش کی اور کہا اے نیک نام
عرض کی خادم نے سنئے تو حضور
آنکہہ جب کہولی تو صوفی تہے کہڑے
ایسی حالت میں تو میں مجبور تہا
بولے صوفی جی کہ خوش قسمت وہ تہے
وقت پر آکے جو تو دیتا خبر
عرض کی میں کس طرح کہتا یہ حال
رات جب تہوڑی سی باقی رہ گئی
دوں خبر تجہہ کو میں آیا دوڑ کر
تہے جو منکر دل ہوئے انکے بہی نرم
جب پڑی مہمان پر اسکی نظر
خر برفت و خر برفت و خر برفت
جس قدر صوفی تہے رونے وہ لگے
روتے ہیں جو صوفیانِ نیک پے
پڑ گیا جب خر برفت و خر کا شور
اس نے بہی کی شیخ جی کی پیروی
چلدیے گہر اپنے صوفی سب کے سب
جانب اصطبل زین لیکر چلا
لیگئے۔ کرتے تہے ظاہر نقش سم
کچہہ پتہ دے۔ ہے گدہا میرا کہاں
روز روشن ہو گیا صوفی پہ شب
کی دغا مہماں سے تو نے لا کلام
اک ذرا اس میں نہیں میرا قصور
سر پہ میرے لاٹہیاں تانے ہوئے
روکتا انکو۔ میرا مقدور تہا؟
اسطرح ہاتھوں سے میرے بچ گئے
کیسی اونکی دیکہتے لیتا خبر
مجہکو مشکیں باندہکر آئے تہے ڈال
اُنکیا نے آکر رہائی مجہہ کو دی
وجد میں بے ہوش تہا تو بہی مگر

تو بھی سب کے ساتھ تھا وہاں ناچتا
خر برفت و خر برفت زبان پہ تیری تھا

میں تو یہ سمجھا کہ ہے آگاہ تو
ہو گا حاصل کیا کہوں گر دو بدو

بولے صوفی جی کہ ہاں آتا ہے یاد
دے رہا تھا میں بھی اس مصرع کی داد

مجھ کو کیا معلوم تھا یہ مسخرے
پڑھ رہے ہیں وہ یہ مصرع طنز سے

میں یہ سمجھا یہ بھی ہو گی کوئی بات
جیسے ہوتے ہیں تصوف کے نکات

جاہلوں کی میں نے جو تقلید کی
اس کا پھل پایا خطا میری ہی تھی

ہو خدا کی لعنت اس تقلید پر
جاہلوں کی پیروی پر خاص کر

فائدہ

سچ ہے یہ تقلید سے چارہ کہاں
ہو محقق پر کوئی بارا کہاں

جب تجھے تقلید ہی کرنی پڑے
زید کی کیوں ہو نہ ہو کیوں عمرو کی

دنیوی شرع میں ہے تقلید فرض
کیونکہ ہے اس امر میں میری ہی غرض

ہو اگر قانون الگ ہر فرد کا
قوم کا نظم و نسق سب ہو فنا

اور عبادت میں مگر سنتا نہ یہاں
نیت خالص سمجھ طاعت کی جاں

بو حنیفہ اور مالک ہیں قدیم
جان انکا قول اور روبی ہے صمیم

ان میں بھی لیکن اگر ہو اختلاف
ٹھیک ہیں دونوں نہیں ان میں خلاف

جا ہے اس پر چاہے اس پر کر عمل
وہم سے ڈالو نہ طاعت میں خلل

کام بے تقلید کے چلتا نہیں
یہ مگر تقلید کا منشا نہیں

سب جگہ ہی آنکھ کو [illegible] کو
کام ہیں [illegible] نہ ہم لے ٹھیک جو

جہل سے تقلید پر ایسا اڑے
بھٹکے نابینا کنوئیں میں جا پڑے

حکایت ۳۶

کہتے ہیں لقماں بہت بدشکل تہا ۔ حسن ظاہر سے نہ تھا حصہ ملا
عقل روشن تھی سیہ تہا گرچہ رنگ ۔ تھا نہاں آئینہ گویا زیر زنگ
اس زمانہ کا یہی دستور تھا ۔ اور یہی ہے اس غلامی کی بنا
آتے جو ہوکر لڑائی میں اسیر ۔ خواہ وہ ہوتے جواں اور خواہ پیر
خواہ عورت خواہ بچہ شیرخوار ۔ خواہ امیر اور خواہ بنگی اور چمار
سب کے سب فاتح کے ہوتے تھے غلام ۔ ہوتی تھی بیع اونکی بازاروں میں عام
شامت تقدیر سے لقمان بھی ۔ ہوگیا قید اک لڑائی میں کبھی
بکتا بکتا آیا اک تاجر کے پاس ۔ تہا یہ آقا اوس کا گو مردم شناس
اوسکو سمجھا پہر وہ معمولی غلام ۔ اسلئے لیتا تھا مزدوروں کا کام
کام میں گارے کے رکہتا تہا اُسے ۔ تہا نہ واقف اُسکے علم اور عقل سے
بہیجے اک دن باغ میں سارے غلام ۔ تاکہ لائیں میوہ چنکر وہ تمام
نصف پہل خود کہا گئے وہ بے حیا ۔ اور نام آکر لیا لقمان کا
غصے ہوکر سرزنش آقا نے کی ۔ بولا لقماں عرض اک سنئے میری
آپ کو لگ جائے گا فوراً پتا ۔ فی الحقیقت کون میوہ کہا گیا
پانی میں لہسن کی پوتہی دیجے ڈال ۔ آگ پر رکہیے کہ آجائے اوبال
گرم پانی سب کو پہر پلوائیے ۔ ایک گہنٹہ کہیت میں بہگوائیے
جسنے کہایا ہوگا میوہ آپ ہی ۔ قے کے رستہ ڈال دیگا سب ابھی
بولا آقا یہ تو کچھ مشکل نہیں ۔ گہر میں لہسن منگاتا ہوں یہیں
چیل کر لہسن دیا پانی میں گہول ۔ پانی اس میں اور ڈالا چند ڈول
دیگچہ ان میں پہر کہہ کے کی ہو آنچ مدہم ۔ پانی وہ ان کو پلایا گرم گرم
اک نے قے پایا نہیں میدان میں ۔ پانی پانی ہوگئے اک آن میں

ختم کر کے دوڑتے کرنے لگے	میوہ جب نکلا تو پھر ڈرنے لگے
پیٹ سے لقماں کے نکلا جھٹ آب	یہ کیا آقا نے پھر اوس سے خطاب
میں نے تیری قدر جو اب تک نہ کی	اس میں میری کچھ خطا ہرگز نہ تھی
ذہن میں میرے نہ آیا یہ خیال	سنگ خارا میں ہوا کرتا ہے لال
کرتا ہوں تیرے سپرد اے نیکنام	آج سے کل گھر کا اپنے انتظام
تو سیہ کر چاہے اور چاہے سفید	رکھہ نہ مجھسے دخل کی بالکل امید

نتیجہ

حق سے پوشیدہ نہیں ہیں تیرے عیب	کیونکہ وہ خلاق ہے دانائے غیب
ہے کرم رسوا جو وہ کرتا نہیں	دفعتاً الزام بھی دھرتا نہیں
اور تیری رسی کو کرتا ہے دراز	تاکہ تو رسوا نہ ہو آجائے باز

حکایت ۳۷

جڑ میں اک دیوار کے بیٹھا ہوا	نقب دیتا رات کو اک چور تھا
صاحب خانہ شکم کے درد سے	جاگتا تھا چھت سے نیچے جھانک کے
یوں لگا کہنے کہ اے قبلہ سلام	سچ کہو حضرت یہ کیا کرتے ہو کام
خیر سے اب رات ہے آدھی گئی	گزری ہیں آدھی پہ بھی گھڑیاں گئی
خاک پر بیٹھے ہو اور ہے ننگا سر	ہے نہ گرمی کی نہ سردی کی خبر
تم مجھے یہ تو بتا دو کون ہو	کس لئے کرتے ہو یہ کھٹ کھٹ کہو
چور نے جانا کہ ہے احمق کوئی	سر اٹھا کر یہ کہا۔ جی بندگی
دیتا ہوں تم پر حقیقت سب ہی کھول	ڈھول والا ہوں بجاتا ہوں میں ڈھول
اُس نے پوچھا ہے حقیقت گر یہی	کیوں نہیں آواز آتی ڈھول کی

ہنس دیا اور یہ دیا اسنے جواب
ہے میرے اس ڈہول کا الٹا حساب

اب بجاتا ہوں مگر اس کی صدا
صبح کو تم سب سنوگے برملا

جب چلا جاؤنگا میں اپنے نیک خو
ڈہول کی دہوں دہوں سنوگے کو بکو

تشریح

جو رشیطاں آدمی دیوار ہے
نفس احمق سائل بیمار ہے

کہتا ہے شیطاں بآواز دہل
کھودپہینکوں گا تری بنیاد کل

پر یہ انساں بھی عجب بیہوش ہے
روئی دے کر کان ہیں خاموش ہے

خواہ کتنی ہی لگائیں ٹھوکریں
ہوش میں لانے کی تدبیریں کریں

لیتا ہے غافل مگر کروٹ کہیں
آنکھہ کہولے ایک دم ممکن نہیں

مکر شیطاں سے ہے یہ عاجز زبوں
کان پر اسکے نہیں چلتی ہے جوں

نشۂ غفلت میں بالکل چور ہے
اور شراب لہو سے مخمور ہے

وقت پیری ہوش آتا ہے ذرا
ڈہول کی آتی ہے کانوں میں صدا

کہیت چگ جائینگی جب چڑیاں تمام
پہر تاسف آئیگا ہرگز نہ کام

حکایت ۳۸

تہی خلافت حضرت فاروق کی
آگ کہتے ہیں مدینہ میں لگی

آگ تہی وہ یا خدا کا قہر تہا
اُس کے شعلوں کی زبانیں زہر تہا

آگے جو آیا جلا سب خشک و تر
پانی میں گویا تہا روغن کا اثر

جب دکہاتی تہی وہ اپنا سوز و جوش
پتہر اور مٹی کو کر جاتی تہی نوش

آگ سے جب شہر آدہا جل گیا
پاس جس کے مال جو تہا جل گیا

وہ گئے پیش امیر المومنیں
اور کہا اے اشرف دنیاؤ دیں

کر دعا تیری دعا ہوگی قبول ۔۔۔ تو ولیِ حق ہے اور یارِ رسول
آپ نے فرمایا ہے حق کا غضب ۔۔۔ تم پہ نازل ۔ بخل ہے اُسکا سبب
دو یتیموں کو طعام اور نقد بھی ۔۔۔ گر یہ ورنہ نہیں بھیجتے کبھی
یوں کہا سب نے امیر المومنیں ۔۔۔ ہم کسی سے خیر میں کمتر نہیں
آپ نے سنکر کہا سچ ہے یہ اگر ۔۔۔ ضائع ہوتا ہے تمہارا مال و زر
کرتے ہو خیرات بہرِ فخر و شاں ۔۔۔ ترس و تقوی کا نہیں اسمیں نشاں

نتیجہ

ناں دے گر تو خدا کے واسطے ۔۔۔ جان دے گر تو خدا کے واسطے
رزق میں برکت ترے دہ چند ہو ۔۔۔ روح تیری خلد میں خرسند ہو

حکایت

کہتے ہیں تھا پوتڑوں کا اک امیر ۔۔۔ صاحبِ علم و حیا روشن ضمیر
تھی طبیعت میں زبس جود و سخا ۔۔۔ ہاتھ میں اسکے نہ اک پیسہ رہا
مال و دولت سب گیا اسکا نکل ۔۔۔ جل گئی رسی جلا لیکن نہ بل
گھر میں ننگا ۔ بیٹھتا پر شام کو ۔۔۔ بیٹھتا مجلس لگا کر نام کو
سر پہ رکھتا اک کلہ گوشہ شکن ۔۔۔ اور کرتا شیروانی زیبِ تن
بھوک سے مرتا ولیکن کیا مجال ۔۔۔ ہو پڑوسی کو بھی کچھ معلوم حال
دیکھیا تھا ایک اُسکا ہم نشیں ۔۔۔ دنبہ کی چکتی کا اک ٹکڑا کہیں
چکنے کرتا ہونٹ اس سے ہر سحر ۔۔۔ کھایا ہے گویا طعامِ تر بتر
دوست اسکے صاحبِ مقدور تھے ۔۔۔ دوست پرور وہ بہت مشہور تھے
چاہتے تھے خود یہ ہو جائے مقر ۔۔۔ اس لئے موقع کے سب تھے منتظر

تھے وہ خواہاں کچھ سلوک اس سے کریں	تھے مگر موقع کے وہ سب فکر میں
ناگہاں اک شام کو وہ کل کے کل	کر رہے تھے دوست آپس میں چہل
گھر سے آیا ایک لڑکا بھاگتا	اور یہ بولا سنو ابا ذرا
جس سے تر کرتے تھے ہونٹوں کو جناب	ملکے موچھوں کو دیا کرتے تاب
اسکو بلی لیگئی افسوس ہے	دیکھکر اس کو مجھے آتی تھی قے
جب سنا بچہ سے یہ محتال نے	باتوں باتوں میں لگا وہ ٹالنے
ملکے سب یاروں نے یہ اس سے کہا	ٹالنے سے اب نہیں کچھ فائدہ
مشفقا اب پردہ داری چھوڑ دو	کچھ مدد ملکر کریں ہم سے کہو
بولا بس اب کھل گیا سارا بھرم	ہاتھ میں میرے نہیں ہے اک درم

نتیجہ ۱

پیٹ خالی چکنا منہ پر تا بکے	درد والا ہائے کہہ اٹھتا ہی ہے

نتیجہ ۲

ظاہر اور باطن کو اپنے ایک کر	ورنہ نادم ہوگا اک دن بے خبر

حکایت ۸

چینیوں اور رومیوں میں ایکبار	بحث تھی ہے کون بڑھکر دستکار
کہتے تھے چینی کہ نقاشی میں ہم	سب سے ہیں برتر کہ ہیں جادو رقم
رومیوں کو تھا یہ دعوی انکے ساتھ	ہے سبک اپنا زیادہ تم سے ہاتھ
ٹھیری یہ تجویز دیواریں ہوں دو	بالمقابل ایک وہ ہر ایک کو +
ایک پر چینی کریں نقش و نگار	دوسری پر رومیاں دستکار
درمیاں میں ایسا ہو پردہ پڑا	دیکھنے پائے نہ ایک کو دوسرا

رنگ و روغن سے شیشہ ساں کو دیا — چینیوں نے ایک نہیں تک نہ لے
صیقلی دیوار تخت سے داغ کا — نام تک چھوڑا نہ اس پر داغ کا
رنگ آمیزی میں مصروف جو تھی — تیار مرقع یا کہوں اسکو پری
رومیوں نے کچھ لیا نہ نقش رنگ — دستکاری کا تھا انکے اور ہی ڈھنگ
دی ہی تھی دیوار کو ایسی جلا — بنگئی گویا حلب کا آئینہ
چینیوں کی دیکھکر کاریگری — عقل سب لوگوں کی حیراں رہگئی
پھر نظر کی رومیوں کے کام پر — پردہ جو اٹھا تو یہ آیا نظر
تھا مرقع چینیوں کا سامنے — یک سرِ مو فرق دونوں میں نہ تھا
چینیوں کے نقش کا عکس و شعاع — جا پڑا تھا دوسری دیوار پر
تھی صفائی بلکہ اس میں کچھ سوا — دیکھکر دینے لگے چینی بھی داد

نصیحت

گر حسد کو مار دے سینہ سے تو — دل کو کر تو صاف بغض و کینہ سے
ذکر حق سے قلب کی کر پھر جلا — اور عادات ذمیمہ سے بچا
اتقا کر تو ولایت ہے یہی — اور نیکی سب سے کرامت ہی

حکایت

جنگ میں شیر خدا نے ایکبار — ایک دشمن پر کیا خنجر کا وار
بد کو ایسا زخم کھا کر پشت پر — کی نہ مارے خوف کے پیچھے نظر
وہاں ممکن تھا کہ کرکے کوئی جال — شیر کے پنجہ سے یوں جائے نکل
کر تعصب جا گرا یا خاک پر — تب خدا کے شیر نے تیغ سے اسکا سر
کافر اس مطلب سے غصہ نے — بیاندنت منکر پہ تھوکا جل کے

ہاتھ سے خنجر دیا حیدر نے چھوڑ / منہ لیا اس کافر بے دیں سے موڑ
چھوڑ کر اسکو ہوئے یکسو کھڑے / یہ کہا بخشا تجھے ہٹ جا پرے
در گذر تھی یہ خلاف داب جنگ / رہگیا کافر کھڑا حیران و دنگ
دست بستہ عرض کی لے پر کمال / ہو اجازت تو کروں میں اک سوال
موت تھی میری شرارت کی سزا / عفو میں حکمت تھی کیا مجکو بتا
مسکرا کر وہ ولی انس و جاں / یوں ہوئے اپنی زباں سے دُرفشاں
تجھسے تھی مجھہ کو نہ ذاتی دشمنی / تھی عداوت جسقدر لِلّٰہ تھی
مارتا اسوقت میں تجھہ کو اگر / نفس کہتا دل میں اپنے پھول کر
انتقام اس سے لیا اچھا کیا / بے ادب تھا اپنی کچھہ پائی سزا
مارتا تجھہ کو اگر میں اس طرح / منہ دکھاتا پھر خدا کو کس طرح
نفس کے کہنے پہ میں چلتا نہیں / راہ حق سے میں کبھی ٹلتا نہیں
شاہ دیں کا دیکھہ کر ایثار وہ / شرک سے فوراً ہوا بیزار وہ
واقعہ جب یہ ہوا مشہور عام / لائی ایماں قوم بھی اسکی تمام

نصیحت

شبر حق سے لے سبق اخلاص کا / یوں ادا کرتے ہیں حق اخلاص کا
حلم کی تلوار کرتی ہے وہ کام / آکے کرتے ہیں رجوع اعدا تمام

حکایت ۲۴

اک جوانِ سادہ دل گِل خوار تھا / اِس بری عادت سے وہ ناچار تھا
ایک دن عطار کی دکان پر / قند لینے جب گیا وقتِ سحر
یہ کہا عطار نے اے نوجواں / قند سے پر ہے میری ساری دکاں

مصر کی اور ہند کی اور چین کی ۔۔۔ ہر طرح کی قند ہے ڈھیروں پڑی
قسم ہے موجود اعلیٰ اک سے ایک ۔۔۔ صاف کہتا ہوں مگر اے مرد نیک
بٹے پتھر کے نہیں ہیں میرے پاس ۔۔۔ مٹی کے ہیں پر نہ کر دل میں ہراس
وزن میں ہرگز نہیں ہے کوئی کم ۔۔۔ گر نہ ہو تجھ کو یقیں کھالوں قسم
قند ہے درکار وہ بولا مجھے ۔۔۔ بٹے ہوں پتھر کے چاہے خاک کے
دل میں لیکن یہ کہا۔ مٹی تری ۔۔۔ ہے مرے نزدیک مصری کی ڈلی
بات کو پلڑہ میں رکھہ عطار تو ۔۔۔ لگ گیا کرنے تبر کی جستجو
تاکہ ٹکڑا قند کا دے کاٹ کے ۔۔۔ وزن میں ہو مساوی باٹ کے
اور جانب دیکھہ آنکھہ عطار کی ۔۔۔ طبع للچا ہی گئی بیمار کی
باٹ دانتوں سے کترنے وہ لگا ۔۔۔ خاک سے دوزخ کو بھرنے وہ لگا
پھیر بچا کر آنکھہ چھوٹی سی ڈلی ۔۔۔ جیب میں ہی توڑ کر فوراً دھری
دیکھتا عطار کن انکھیوں سے تھا ۔۔۔ دل میں کہتا تھا کہ ہاں شیر اور کھا
خوف مت کر دل کا میں کھوٹا نہیں ۔۔۔ اور چوری کر مجھے ٹوٹا نہیں
دیکھہ پاؤں میں کہیں ڈر ہے تجھے ۔۔۔ تجھہ کو یہ ڈر ہے کہیں تو کم نہ لے

نتیجہ

جال میں دانہ کو چڑیا دیکھکر ۔۔۔ دل میں خوش ہوتی ہے اپنے اس قدر
دانہ کہتا ہے ذرا آگے بڑھو ۔۔۔ کہا وہ دانہ مزا اسکا چکھو
نعمتیں دنیا کی جن میں ہیں مزے ۔۔۔ تو نہیں کھاتا وہ کھاتی ہیں تجھے

ماؤں کو نصیحت

مٹی کا کھانا ہے اک عادت زبوں ۔۔۔ بچہ کو اکثر وہ پڑ جاتی ہے یوں
پھوہڑ اسکی ماں ہے گر اور بے تمیز ۔۔۔ ہاتھ میں بچہ کے دے کر کوئی چیز

کام میں مصروف ہو جاتی ہے آپ — چھوڑ اُسکو جلکے سو جاتی ہے آپ
بچہ کی عادت ہے جو شے پائے گا — منہ کی جانب قدرتاً لے جائے گا
سوندھی اور خوشرنگ مٹی کی ڈلی — بچہ کو معلوم ہوتی ہے ٭ بھلی
اس قدر رغبت سے کھاتا ہے اُسے — جس جگہ ہو ڈھونڈھ لاتا ہے اُسے
چاہئے ماں کو خبر لیتی رہے — کھیلنے بچہ کو مٹی سے نہ دے
ہو گئی بچپن میں خو جو استوار — پھر نہیں جاتی کرو کوشش ہزار

حکایت ۸۳

مرتضےٰ کے پاس آئی دوڑتی — ایک عورت۔ اور بولی اے علی
آپ ہیں مشکل کشا خیبر شکن — آپڑی مشکل ہے مجھپر اک کٹھن
ایک ہی بچہ ہے اے مولا میرا — جو نہیں اک سال سے ہرگز سوا
سی رہی تھی چھت پہ میں بیٹھی ہوئی — کھیلتا تھا بچہ میں مصروف تھی
ہو گئی تھی ہاں یونہیں اکدم کی دم — اسکی جانب سے توجہ میری کم
سچ ہے یہ۔ تقدیر ہوتی ہے اٹل — پہنچا پرنالہ پہ وہ گھٹنوں کے بل
اب اگر جاتی ہوں میں اسکی طرف — ہے گماں غالب کہ گر کر ہو تلف
دودھ کا لالچ دیا میں نے کبھی — تھا جو کرنا وہ کیا میں نے سبھی
پر وہ پرنالے سے ہٹتا ہی نہیں — جم گیا ہے صورت نقش نگیں
مسکراتا ہے مجھے وہ دیکھ کر — بلّیوں میرا اچھلتا ہے جگر
شاہ مرداں نے بیاں اسکا سنا — لب کشا پھر یوں ہوئے مشکل کشا
اس کا ہم سن کوئی بچہ ہو اگر — اور وہ بچہ اُسے آئے نظر
جب کشش ہم جنس کی پائیگا وہ — دیکھکر فوراً ہی ہٹ آئے گا وہ

نتیجہ

اک وطن اور ایک سن اور اک زباں	اتحاد قلب کے ہیں یہ نشاں
ہے وطن کا رشتہ پر سب سے قوی	بلکہ ہے وہ دین و مذہب سے قوی

حکایت ۴۳

اک تھا فرمانروا مشرک کہیں	اسکے دل میں ہو گیا یہ جا گزیں
راہب اور مسیحیوں کو کر کے فنا	دین عیسیٰ کا نشاں دوں میں مٹا
آگ کی میدان میں اسنے مشتعل	بت کیا قائم اک اس کے متصل
حکم تھا اس بت کو جو سجدہ کریگا	وہ رہا ہوں ورنہ ڈالو آگ میں
کتنے ہی نامرد ایماں چھوڑ کر	بت کو سجدہ کر گئے موذی سے ڈرے
ایک عورت گود میں بچہ لئے	سامنے جس وقت آئی آگ کے
بولی وہ مجھ سے نہیں ممکن کبھی	میں کروں پتھر کے بت کی بندگی
چھین کر بچہ کو ماں کی گود سے	آگ میں ڈالا جب اس نمرود نے
جی ہوا بچہ کی ماں کا تب نڈھال	مامتا نے کر دیا مضطر کمال
بت کے آگے تھی جھکانے کو وہ سر	بچہ بولا دیکھ ماں ایسا نہ کر
آ یہاں اے ماں نہ ایماں اپنا کھو	آگ میں ہیں یاسمن اور ناز بو
مومنوں کے واسطے یہ باغ ہے	منکروں کیواسطے یہ داغ ہے
نام کو گرمی نہیں اس آگ میں	اور نہیں سوزش کہیں اس آگ میں
یہ نہیں آتش یہ ہے باغ خلیل	اس میں ہے موجود کوثر سلسبیل
تو بھی آ اور دوسروں کو ساتھ لا	حق نے اس کو مجھ پہ گلشن کر دیا
جا پڑی آتش میں وہ بھی کود کر	اور بولی اس طرح لخت جگر

جس کو آنا ہو وہ آئے بے درنگ
اسجگہ ہے باغ کا سب رنگ ڈھنگ

مومناں پاک دیں وخوش شعار
آگ میں گھسنے لگے بے اختیار

دیکھہ کر کافر بہت نادم ہوا
آگ ہو کر آگ سے اُس نے کہا

آگ تیری خاصیت کیا ہوئی
سست ہے کیوں تجھہ کیا پٹکی پڑی

پوجتے ہیں تجھہ کو جو صدہا برس
توجلا دیتی ہے انکو مثل خس

یہ ترے منکر ہیں انپر کیا سبب
تجھہ کو کچھہ آتا نہیں غیظ وغضب

آگ نے اس سے کہا اے فتنہ خیز
اندر آ تو ۔ دیکھہ میں کیسی ہوں تیز

میں بھی بندی ہوں کسی کی یا نہیں
اس کے آگے میری چلتی ہے کہیں

دیکھتی ہے کتیا کبھی دہقان کی
غیر پر کرتی ہے حملہ کٹ کھنی

جب مگر ہوتا ہے آقا سامنے
لوٹتی ہے پاؤں میں مہمان کے

بندگی میں میں نہیں کتیا سے کم
ہوں رضائے حق کی تابع لاجرم

نتیجہ

آگ پانی خاک بجلی اور ہوا
ابر ماہ و مہر اور ارض و سما

ہیں میرے خالق کے یہ بندے تمام
حق کے ہیں نزدیک زندہ لاکلام

تجھہ کو یہ بے جاں جو آتے ہیں نظر
فرق ہے تیری نظر میں فکر کر

حکایت ۹۴

مچھروں نے جمع ہو کر باغ میں
مشورت کی اس ہوا کا کیا کریں

ٹکنے یہ دیتی نہیں ہم کو کہیں
اب کہاں ہو جائیں پیوند زمیں

گر فضا میں کھولتے ہیں جا کے پر
اور جڑتے ہیں کبھی دس پانچ سر

کرتے ہیں سامان راگ و رقص کا
آکے یہ بے رحم دیتی ہے اڑا

مصلحت ٹھیری یہ بعد از قیل و قال　　کیجئے پیش سلیمان عرض حال
حاضر آکر سب ہوئے دربار میں　　تا کہ عرض حال اپنا کچھہ کریں
عرض کی مظلوم اور بیکس ہیں ہم　　بڑھ گیا ہے حد سے ظالم کا ستم
رحم کے قابل ہمارا حال ہے　　ظلم سے ظالم کے پتلا حال ہے
پنجۂ دشمن سے ہم کو دے نجات　　ہم ہیں مردہ اور تو آب حیات
ہم ضعیف اور زار۔ دشمن ہے قوی　　کر قوی بازو ہمارا یا نبی
ہے تری تابع سبھی خلق خدا　　رحم کر اور ظلم سے ہم کو بچا
دستگیری کر ترا ہاتھ اے کریم　　ہاتھ ہے اللہ کا ہم ہیں سقیم
رہگئے حضرت سلیماں سنکے دنگ　　پوچھا یہ ہے کون وہ بے نام و ننگ
ہے کسے مقدور۔ میرے خوف سے　　ظلم کوئی بھی جہاں میں کر سکے
بولے مچھر۔ آپ کی خادم ہوا　　دشمن جان بے حیا ظالم ہوا
ایک لمحہ کرکے کچھہ فکر اور نظر　　حکم فرمایوں ہوا وہ دادگر
داستاں سنلی تمہاری تو تمام　　قاعدہ میرا رہا ہے یہ مدام
کُل فریقوں کو بلاکر روبرو　　انسے کہتا ہوں کرو اب گفتگو
روبرو دونوں ہوں جب تک مرے　　جھوٹ اور سچ کا پتہ کیوں کر لگے
سن لوں اسکی بھی ہوا کہتی ہے کیا　　درحقیقت ہے بھی کچھہ اس کی خطا
مچھروں نے عرض کی حکم حضور　　ہے بجا بلوائیے اس کو ضرور
حکم پاتے ہی ہوا حاضر ہوئی ؎　　ہوگئے مچھر ہوا فوراً سبھی

فائدہ

کوئی شئے ایسی نہیں ہے اے سعید　　ہو سبھی خلقت کے حق میں جو مفید
اور نہ ایسی کوئی ہے دنیا میں چیز　　جو مضر سبکے لئے ہو اے عزیز

سنکھیا ہے کسقدر قتال شے
بعضے مرضوں میں مگر تریاق ہے
اکثر خلق خدا کا فائدہ
جسمیں ہو اکثر۔ اسے اچھی بتا

حکایت ۸۵

عہد میں فاروق کے ماہ صیام
دیکھنے باہر گئی خلقت تمام
اک بلندی پر چڑھے بعضے جوان
تاکہ وہ دیں چاند کا پہلے نشان
یہ کہا اک شخص نے دیکھہ اے عمرؓ
چاند ہے معمول سے باریک تر
آپ نے دیکھا نہایت غور سے
دیکھہ تو بھی یہ کہا اک اور سے
جب نظر آیا نہ دونو کو ہلال
آپ نے اس سے کہا اے خوش خصال
ہاتھ کر پانی سے تر اور منہ پہ مل
تاکہ ابرو کی کجی جائے نکل۔
موئے ابرو کوئی ٹیڑھا ہو گیا
وہ نظر آتا ہے تجھہ کو چاند سا
اُس جواں نے دہو کے منہ دیکھا اگر
چاند کی جا چاند نا آیا نظر

فائدہ

بال ٹیڑھا ابروئے خم دار کا
آسماں اور آنکھہ کا پردہ بنا
جسکی ہو ہر چیز ٹیڑہی اے عزیز
حق و ناحق میں اُسے کیا ہو تمیز

حکایت ۸۶

ایک عالم صالح اور دیندار تھا
شاہ نے قاضی دیا اس کو بنا
یہ خبر سنکے وہ رویا زار زار
کر دیا چاک گریباں تار تار
اسکے نائب نے کہا روتا ہے کیوں
آنسوؤں سے اپنا منہ دہوتا ہے کیوں
یہ تو ہے موقع مبارک باد کا
جتنی تو شادی کرے ہے وہ بجا

کر خدا کا شکر جائے شکر ہے	وقت شادی کے نہ رو مانند نے
قسمتیں خلقت کی تیرے ہاتھہ ہیں	دی گئی ہیں رکھہ امانت سے انہیں
کونسا اس سے ہے رتبہ یہاں بڑا	یہ سمجھہ تیرا نصیبہ جا لڑا
یہ کہا قاضی نے اسکی مشکلات	تجھہ سے ہیں پوشیدہ کب اے نیکذات
شخص دو آئیں گے میرے سامنے	خوب ہونگے جھوٹ پر دونوں تلے
سچ بھی آکر گر کہینگے بے شعور	جھوٹ کی چاٹ اُسمیں دینگے کچھہ ضرور
اتفاقاً مدعی گر سست ہو	شاہد عادل بہت ہی چست ہو
امر واقع کی نہیں جھہ کو خبر	کہتے ہیں آکر کہ تو انصاف کر
توہی کر انصاف دل میں کچھہ ذرا	جھکو لگ سکتا ہے کیا سچ کا پتا
دو ہیں عالم بیچ ہیں جاہل ہوئیں	وہ ہیں ظالم رحم کے قابل ہوں ہیں
جان و مال خلق ہیں کرنا قیاس	خوف سے خالی نہیں اے حق شناس
یہ کہا نائب نے سچ ہے یہ تمام	یہ بھی تو کر فکر تو اے نیک نام
وہ تو ہیں بیمار اور تو ہے صحیح	اندہے ہیں وہ دیکھتا ہے تو صریح
لیگئی حرص انکے ایمانکی ضیا	اور غرض نے انکو اندھا کر دیا
تیری آنکھیں ہیں خدا کے فضل سے	دو نور روشن اُنسے کیا نسبت تجھے
لائیگا تو بھی غرض گر درمیاں	تیسرا اندھا ہے تو بھی بیگماں

نتیجہ

یاد رکھہ ثابت ہے یہ قول نبی	جائینگے دوزخ میں راشی مرتشی

نصیحت

عدل کی کرسی پہ تو بیٹھے اگر	رکھہ نہ اپنی کوئی شے پیش نظر
اپنے مذہب کا نہ کر ہرگز خیال	اپنے مطلب کا نہ کر ہرگز خیال

دوستی اور رشتہ رکھہ بالائے طاق　　کیسا ہی کیوں یہ نہ گذرے تجھہ پہ شاق

بے ایمان دیانت دار

پاؤگے ایسے بہی تم حاکم کئی　　جو نہیں ہیں درحقیقت مرتشی
گرچہ رشوت کو سمجھتے ہیں حرام　　پر شفارش سے بنا دیتے ہیں کام
بالطبیعت کے ہیں ضدی اسقدر　　بیٹھہ جائے بات اک دل میں اگر
یا نکل جائے زباں سے ناگہاں　　اُس سے ہٹنے کو وہ سمجھیں کسر شاں
انمیں سے ہوتے ہیں بعض ایسے عزیز　　کافر و مومن میں کرتے ہیں تمیز
فخر یہ کہتے ہیں ہم ہیں دیندار　　دہرم پر ہے جان تک اپنی نثار
ہے بڑا بزدل فلاں اور ناشناس　　اپنے مذہب کا نہیں کچھہ اُسکو پاس
یہ پڑہا بعضوں نے ہے اُلٹا سبق　　ڈرتے ہیں اپنوں کو دیتے اسکا حق
بے تعصب تاکہ لوگ اُنکو کہیں　　منہ کے آگے تاکہ وصف اسکا کریں
ہیں یہ ظالم سب نہیں گو مرتشی　　اُن سے تو بہتر کہیں ہیں مرتشی
مرتشی ایمان کھوتا ہے ۔ مگر　　لے لواکر پیٹ تو لیتا ہے بھر
مفت میں ایمان کھوتے ہیں یہ سب　　مفت بے ایمان یہ ہوتے ہیں سب

حکایت

اک سنپہرا چوک میں بیٹھا ہوا　　کرتا تھا اک دن تماشہ سانپ کا
سانپ شائق بیں کا تھا اس قدر　　ہوگیا استادہ دم کی نوک پر
سانپ تھا یہ نوجوان و خوبرو　　شوخ چکنا نرم نازک تند خو
اک سنپہرا دوسرا جو چور تھا　　فکر میں اُسکو اڑانے کی لگا
رات آئی ۔ توڑ کر دیوار کو　　لے اڑا وہ اژدر خونخوار کو

جب سنہیرا جاگ اٹھا وقت سحر — سانپ جھولی ہیں نہ آیا پھر نظر
رزق کا اپنے ذریعہ پاکے گم — ڈھونڈہ ڈالے اسنے صندوق اور خم
سانپ کا اس نے نشاں پایا نہ جب — یہ دعا کرنے لگا اے میرے رب
یا الٰہی کچھہ نہیں مشکل تجھے — سانپ میرا پھر جو مل جائے مجھے
چور نے جب ہاتھ ڈالا سانپ پر — تا کہ دیکھے اپنی چوری کا ثمر
ہاتھ کا لگنا تھا اسکے یک بیک — ہاتھ کالے نے لیا اُس کا چٹک
گر پڑا وہ چور فوراً منہ کے بل — اور تن سے جان گئی اُسکی نکل
بولا مالک اُسنے جب دیکھا یہ حال — بچ گیا شکر خدا ہیں بال بال

فائدہ

کیوں نہیں ہوتی دعا میری قبول — ہے ترا یہ اعتراض از بس فضول
تجھہ کو اپنی عقل پر بیجا ہے ناز — وہ حکیم مطلق و دانائے راز
بخشتا ہے اپنے بندے کو وہی — جانتا ہے جسمیں اسکی بہتری
کیا کمی ہے ورنہ اس دربار ہیں — دخل بندے کو نہیں اسرار ہیں
چونکہ ہم محتاج وہ رزاق ہے — ہم تو ہیں مخلوق وہ خلاق ہے
فرض ہے اپنا اسی سے مانگنا — چاہے دے چاہے نہ دے اسکی رضا

حکایت ۴۸

وقت فرصت کچھہ جوانِ بےفکر و غم — کر رہے تھے دل لگی بیٹھے باہم
رفتہ رفتہ بات یہ بھی چل پڑی — وہ فلاں درزی بڑا ہے مفتری
لاکھہ ہشیاری کرو اسکے لیے — یہ نہیں ملتا وہ بے چوری کیے
اک سپاہی تھا وہاں بیٹھا ہوا — آکے شیخی ہیں وہ یوں کہنے لگا

ہیں یہ سب کہنے کی باتیں دوستو ۔۔۔ میں لگاتا شرط ہوں تم کچھہ بدو
جاؤنگا کل صبح کو۔ میں۔ دیکھنا ۔۔۔ سامنے کٹواؤں گا اپنی قبا
میں بھی دیکھوں کیسا ہے عیار وہ ۔۔۔ کسقدر چالاک ہے طرار وہ
مجھکو بھی دیدے اگر دہوکہ یعنی ۔۔۔ ہار جاؤں اپنا گھوڑا اور زین
دوسرے دن لیکے ایک اطلس کا تہان ۔۔۔ جاکے درزی سے کہا اے نوجوان
ہاں ابھی اس تھان سے ہمبر لئے ۔۔۔ اک قبا تو کاٹ میرے سامنے
شہر میں چالاک تو مشہور ہے ۔۔۔ پر یہ بندہ بھی بہت ہی دور ہے
آؤں گا ہرگز نہ تیرے داؤں میں ۔۔۔ اور ہونگے داؤں دیتا ہے جنہیں
ایک ایک انگل کا کرلونگا حساب ۔۔۔ انگلیوں پر ہے میرے سارا حساب
عرض کی درزی نے قبلہ بیٹھیے ۔۔۔ شک یہ ڈالا کس نے دلمیں آپکے
عمر ساری ہوگئی کرتے یہ کام ۔۔۔ ایک کترن تک سمجھتا ہوں حرام
پھر کسی الو کو دہوکہ دے بھی دوں ۔۔۔ آپ جیسے سے بھلا دہوکا کروں
جانتا ہوں سینکڑوں جیسے سڑے ۔۔۔ ناخنوں میں آپ کے ہوں گے پڑے
لیکے قینچی ہاتھ میں استاد جب ۔۔۔ کاٹنے اطلس لگا وہ مرد تب
ہوکے چوکنا مقابل جم گیا ۔۔۔ قینچی کے چشموں پہ دیں آنکھیں لگا
تہا بہت باتوں درزی اور ہنسوڑ ۔۔۔ یاد تھے اسکو ہزاروں جوڑ توڑ
یاد تھے اسکو ہزاروں چٹکلے ۔۔۔ چٹکلے کہنے شروع اسنے کئے

لطیفہ

ایک درزی کی کہیں شادی ہوئی ۔۔۔ بیوی جو آئی وہ تھی لکھی پڑھی
تھے ہزاروں شعر استادوں کے یاد ۔۔۔ مانگتی تھی پڑھکے ہر شعر اس سے داد

پوچھتی پھر یہ کہ سمجھے آپ کیا
مطلب اس کا دیجئے ہم کو بتا

شعر فہمی سے اسے نسبت نہ تھی
اس لئے عیار نے چپ کھینچ لی

جبکہ بیوی نے کیا ناچار سخت
سر ہلانے لگ گیا وہ نیک بخت

بیوی بولی۔ ایلو۔ کہا جاؤں قسم
تم سمجھتے ہو مجھے دیتے ہو دم

وہ لگا کہنے کہ میری فہم میں
جو کچھ آتا ہے بتاتا ہوں تمہیں

میں تو یہ سمجھا ہوں واللہ بالیقیں
بیوی میرے گھر تو ٹکتی نہیں

سنکے یہ آئی سپاہی کو ہنسی
اور زمیں پر پشت اسکی جا لگی

دیکھکر موقع لیا درزی نے کاٹ
فوراً اسکے تھان سے چوتھائی پاٹ

اٹھ کے جب بیٹھا سپاہی نے کہا
ہاں خلیفہ اور ہو اک چٹکلا

پھر سنائے ایسے ایسے چٹکلے
پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑے

ہنس کے جھکتا تھا زمیں پر اسقدر
جا لگا اک بار سر بھی فرش پر

دیکھ کر درزی نے احمق کا یہ طور
پھر لیا فوراً اڑا ٹکڑا اک اور

پھر کہا جب ہوش میں آیا جواں
اک لطیفہ اور بھی استاد ہاں

بولا درزی کام کرنے دو ذرا
اپڑ کیجے بس بگڑتی ہے قبا

تشریح

ہے سپاہی سے غرض وہ بے خبر
اپنے تقوی کے فقط جو زعم پر

سامنا کرتا ہے جا شیطان کا
ہے یہاں درزی سے شیطاں مدعا

عمر اطلس چٹکلے ہیں مشتہو تہیں
راتدن قینچی ظرافت غفلتیں

حکایت ۹۴

کہتے ہیں اک شہر میں تھے چار یار
ہم نوالہ ہم پیالہ غم گسار

تھے جولاہے قوم سے وہ بے خرد — عقل سے عاری تھے مثل دام و دد
ملکے چاروں ایک مسجد میں گھسے — عصر کا تھا وقت دی بانگ ایکنے
بنگیا اون چار میں سے ایک امام — مقتدی باقی بنے اسکے تمام
اتنے میں مسجد کا ملا آگیا — وقت کی تنگی سے گھبرایا ہوا
کچھہ نہ دیکھا اور دی فوراً اذان — مقتدی ایک بول اٹھا بھائی جان
آپ تصدیعہ نہ کچھہ فرمائیے — ہو چکی بانگ آپ بھی مل جائیے
دوسرے نے سنکے اس سے یہ کہا — بولنا اسوقت بالکل ہے خطا
بولنے سے فسخ ہوتی ہے نماز — چاہیئے اس میں نہ کچھہ غیر از نیاز
تیسرے نے سنکے اسکا یہ کلام — یہ کہا خاموش رہ اے مرد خام
ہے عجب نادان تو اے خود پسند — خود فضیحت غیر کو کرتا ہے پند
رہ گئے تھے ایک فقط باقی امام — وہ بھی آخر کہہ اٹھے قبل از سلام
شکر حق کا میں رہا ثابت قدم — میں نہ بولا کچھہ یہ ہے اسکا کرم

نتیجہ

عیب اپنا دیکھنا آساں نہیں — دیکھتے ہیں اپنے عیب اہل یقیں
غیر کو کرنی نصیحت عارفا — اور خود ہونا فضیحت عارفا
اس سے آساں تو نہیں کوئی بھی کام — شرم کرنے کا اگر ہے یہ مقام

فائدہ

قول ہے یہ حضرت لقمان کا — اور مسیح صاحب عرفان کا
حق میں تیرے جو نہیں ہے سودمند — غیر کے حق میں نہ کر اس کو پسند

یہ اگر رکھے کوئی زیر عمل
ظلم ہو سرزد نہ اس سے تا اجل

حکایت ۵۰

اگلے وقتوں میں کہیں تھا اک امیر　　خصلتیں تھیں اکثر اسکی بے نظیر
نیک سو تھا نیک خو قابل بہت　　پر یہ شامت تھی کہ تھا کاہل بہت
سجدہ سے اتنا چراتا تھا وہ دم　　بھول کر رکھتا نہ مسجد میں قدم
اک غلام اسکا تھا سنقر نام کا　　اپنے آقا کا بہت تھا منہ چڑھا
تھی خلاف آقا کے اس کی چال ڈھال　　وہ نمازی اور عابد تھا کمال
ایک دن کر کے ارادہ غسل کا　　جانب حمام آقا جب چلا
ہاتھ میں رومال اور صابون کو　　چل پڑا لیکر غلام نیک خو
بانگ کی آواز مسجد سے سنی　　اپنے آقا سے یہ فوراً عرض کی
ٹھہریں آپ اتنا کرم مجھپر کریں　　صبح کی کر لوں ادا دو رکعتیں
جاؤ بولا وہ امیر نیک دل　　بیٹھتا ہوں میں کہیں یاں متصل
فرض کر حق کا ادا وقت سحر　　میرے حق میں بھی دعا کرنا مگر
کر چکا جب ایک ساعت انتظار　　اور نہ نکلا سنقر والا تبار
مقتدی سب اور امام آیا نکل　　پڑھ کے پڑھنا تھا جو کچھ ورد و عمل
ہو چکی جب دوسری ساعت تمام　　در پہ مسجد کے وہ آیا نیک نام
اور لگا کہنے کہ سنقر کیا ہوا　　سی دیا کسنے وہاں دامن ترا
بولا سنقر ایک ساعت ٹھہرئے　　کیا کروں آنے نہیں دیتے مجھے
اُس کے آقا نے کہا وہ کون ہے　　جو تجھے مانع ہے اے فرخندہ پے
یہ دیا سنقر نے آقا کو جواب　　میں بتاتا ہوں ہے اتنا کیوں عتاب
باہر آنے وہ نہیں دیتا مجھے　　اندر آنے جو نہیں دیتا تجھے

نتیجہ

ہے اگر درکار دل کی زندگی — بندگی کر بندگی کر بندگی
منکر سجدہ نہ ہو شیطاں نہ بن — آدمیت سیکھہ اور حیواں نہ بن
ہو اگر بندہ میں اخلاص نیاز — کل فواحش سے بچاتی ہے نماز
دخل ہے اس میں ریا کا کچھہ اگر — ہے نماز ایسی سقر کی راہبر
کرنا پورا رسم اور عادات کا — محض ضائع کرنا ہے اوقات کا

حکایت ۱۰۵

صبح کا تھا وقت اور فصل بہار — توڑ لی ایک اونٹ نے اپنی مہار
ایک طرف آہستہ آہستہ چلا — راہ میں اُسکو کہیں چوہا ملا
موش ناداں دیکھکر اس اونٹ کو — دلمیں یوں کہنے لگا جو ہو سو ہو
سر ہے چھوٹا اسکا اور قد ہے طویل — حمق کی اسکے یہ کافی ہے دلیل
چھوڑنا اُسکو نہیں اب زینہار — تھام لینی چاہیئے اسکی مہار
لی لپک کر ڈور منہ میں اور شریر — اونٹ کو یوں لے چلا کرکے اسیر
اونٹ نے بھی یہ مذاق اس سے کیا — پیچھے پیچھے بے تکلف ہو لیا
چلتے چلتے راہ میں وہ ناگہاں — دیکھتے ہیں کیا کہ دریا ہے رواں
دیکھہ کر پانی گیا چوہا ٹھٹک — اونٹ کا تکتا رہا منہ دیر تک
اونٹ نے پوچھا بتا اے راہبر — کیا ہوا کیوں ڈر گیا تو اس قدر
یہ کہا چوہے نے ہو کر منفعل — بھائی اس پانی سے دہلا مرا دل
اونٹ بولا ڈر نہ تو جاتا ہوں میں — کسقدر پانی ہے بتلاتا ہوں میں
اونٹ دریا میں گھسا ٹھیرا وہاں — اور کہا پایاب ہے دریا یہاں

دیکھہ ٹخنے تک بھی جب ڈوبے نہیں	غرق تو ہو ایسا ممکن ہے کہیں
بولا چوہا خوب فرمایا جناب	چاہتے ہو مجھہ کو کرنا غرق آب
ٹخنے تک بھی آپ کے پانی جو ہو	مجھسے لاکھوں کو نہ دیگا وہ ڈبو
اونٹ نے ہنسکر کہا پھر طنز سے	بس اسی برتے پہ تھے رہبر بنے

نتیجہ

ہو اگر اندھوں کا اندھا ہی امام	جاکے خندق میں گرینگے وہ تمام
ایسی کشتی کو ہمیشہ ہے خطر	جس کا کشتی باں ہو بالکل کم نظر

فائدہ

خود نقائص سے نہیں ہیں جو بری	وہ کرینگے قوم کی کیا رہبری

بیعت رسمی

بیعت تو یہ فقط مسنون ہے	بیعت سلطاں بھی ماذوں ہے
فرض و واجب بیعت رسمی نہیں	ہے سند اسکی نہ سنت میں کہیں
کر اگر بیعت کرے تو دیکھہ کر	جاں کہیں اسکو نہ تو لے بے خبر
پیر ہیں اکثر تو بالکل نام کے	ہیں نہ دنیا کے نہ دیں کے کام کے
اور بہت سے ہیں نہایت خوفناک	ہے جگر تقوی کا جن سے چاک چاک
بعض ہیں پتلے ریا کے سربسر	کاکلیں چھوڑے ہوئے ہیں تا کمر
صوف میں لپٹے ہوئے ہیں کل کے کل	مجلسوں میں خوب کرتے ہیں وہ غل
یہ درندے بکریوں کی کھال میں	جاہلوں کو ہیں پھنساتے جال میں
گرچہ ظاہر میں ہیں بالکل راستباز	رکھتے ہیں ابلیس سے پر ساز باز
ہیں ولی کے بھیس میں شیطاں چھپے	ہاتھ میں انکے نہ ہرگز ہاتھ دے
جیسے طالب ویسے ہی مطلوب ہیں	یہ ہیں جاہل اور وہ مسلوب ہیں

خود یہ فرماتا ہے قران شریف
طالب و مطلوب دونو ہیں ضعیف

شیخ گر ملتا نہیں ہے متقی
اہل دل اور تابع شرع نبی

کیوں ہوا ہے لغو رسموں کا اسیر
کیا نہیں کافی تجھے فرقان پیر

کیا نہیں کافی تجھے اس کی حدیث
بھاگتا تھا جس سے شیطان خبیث

کیا نہیں کافی تجھے شافع رسول
ڈھونڈھتا ہے کیوں شغاماتِ فضول

کیا ولی اور کیا نبی اور کیا امام
کیا شہید راہ حق کیا شیخ انام

الغرض ہیں جسقدر چھوٹے بڑے
نفسی نفسی سب پکارینگے کھڑے

سب اسی نوشہ کی دیکھینگے طرف
جس کو ہے الا باذنہ کا شرف

شان میں جسکی ہے مازاغ البصر
صاحب لولاک وہ خیر البشر

تھا خیال قوم جس کو تا حیات
اور زبان پر امتی وقت وفات

روز آخر حشر کے میداں میں بھی
جو کہیگا امتی اہ امتی

ہے وہی سنت کا اس کی پائے بند
ہوگا جو امت کا اسکی دردمند

اس طریقہ میں بھی ہیں جھوٹے مگر
دور رہ انسے بھی تو اسے بے خبر

یعنی ایسے مدعی بھی ہیں نہ کم
جو کہ حب قوم کا بھرتے ہیں دم

کہتے ہیں ہم قوم کے ہمدرد ہیں
جان کی پروا نہیں وہ مرد ہیں

پر محبت قوم کی آساں نہیں
نفس کی گردن زنی آساں نہیں

ہو فنا فی القوم پہلے اے حبیب
ہو قبول عام پھر تجھ کو نصیب

آب فوارہ ہے تیری اک مثال
یاد رکھ انجام تیرا ہے زوال

ہے اجازت جسقدر چاہے اچھل
آئیگا آخر کو نیچے سر کے بل

لے اگر لیتا ہے چشمہ سے سبق
کرتا ہے محنت سے جو خارا کو شق

لوٹتا ہے پاؤں ہر سنگ کے
فائدے لیتا ہے وہ ہر رنگ کے

کام وہ رکھتا ہے اپنے کام سے — کچھ غرض ہوتی نہیں ہے نام سے
سر جھکائے خاک پر چلتا ہے وہ — ہر قدم پر پھولتا پھلتا ہے وہ
خاکساری جسقدر کرتا ہے وہ — عجز و زاری جسقدر کرتا ہے وہ
قوم بھی کرتی ہے پھر اس کی مدد — یعنی آملتے ہیں چشمے بے عدد
بنکے دریا ابر رحمت کی مثال — فیض سے کرتا ہے ملکوں کو نہال

حکایت ۵۲

تھا عماد الملک نواب ہرات — کہتے ہیں تھی ابر رحمت اسکی ذات
تھی رعیت اور مسافر اس سے خوش — اہل حرفہ اور تاجر اس سے خوش
بادشاہ کرتا تھا اسکا اعتبار — شاہ پر کرتا تھا وہ بھی جاں نثار
پانسو رکھتا تھا وہ چیدہ غلام — سب کے سب تھے باوفا و نیکنام
تھے نہ بندے اسکے وہ فرزند تھے — اپنے آقا کے وہ سب دلبند تھے
گردنوں میں طوق زریں تھے پڑے — تاج تھے انکے جواہر سے جڑے
تھیں قبائیں اطلس و کمخواب کی — گنگا جمنی پیٹیاں انپر بندھی
شہر میں پھرتی تھیں انکی ٹولیاں — بولتے تھے ہر کسی پر بولیاں
بانوا بازار میں جاتا تھا ایک — گرچہ تھا منہ پھٹ مگر دل کا تھا نیک
اسقدر محتاج تھا وہ نیک خو — تن پہ تھا اسکے نہ کپڑا نام کو
آسماں کی سمت منہ کر کے کہا — میں بھی ایک بندہ ترا ہوں اے خدا
بجتے ہیں جاڑے کے مارے جسکے دانت — قل ہو اللہ پڑھتی ہے ہر ایک آنت
ہیں عماد الملک کے بندے یہ سب — بندہ پرور انسے ہے اسکا لقب
فربہ و پرورده ہیں اس کے غلام — سب کے سب خوش پوش اور با احتشام

پہرتے ہیں اتراتے کیسے کو بہ کو — پالنا بندوں کا اس سے سیکہہ تو
اور شے ہے خالقی و سروری — پر نہیں آساں بندہ پروری
کچہہ دنوں پیچہے بہ تقدیر خدا — بخت جب الٹا عماد الملک کا
بادشاہ نے قید میں بہیجا اوسے — کارخانہ اُسکے سب لٹوا دئے
مار کر ٹکڑے غلاموں کے کئے — دست و پا اُنکے شکنجہ میں دئے
اُن سے پوچہا ہاں دفینہ ہے کہاں — اور آقا کا خزینہ ہے کہاں
نکلے لیکن سب کے سب ثابت قدم — بہید تہا معلوم پر مارا نہ دم
بانوا بہی دیکہتا تہا سب یہ حال — ہو گیا بیہوش اور غم سے نڈہال
آکے ہاتف نے کہا اے خوش سیر — کیا کہا تہا قول اپنا یاد کر
بندہ بننا بہی نوا سے سیکہہ لے — اپنے رب کو پہر کبہی طعنہ نہ دے

نتیجہ

ہو نہ مشرک کر خدا پر اعتبار — دیکہہ تو پہر فضل کی اسکے بہار
بندہ ہوتے ہیں ترے ہوگا کلام — ورنہ بندہ پروری اسکا ہے کام

حکایت ۵۳۵

ایک شہ کے پاس آئے دو غلام — تہے وہ دونوں حسن میں ماہ تمام
خوشنویسی میں تہے آقا عماد — نظم میں بدر و نظامی سے زیاد
ثانی و بہزاد تہے تصویر میں — اور نظام الملک تہے تدبیر میں
تہے ارسطو دانش و اخلاق میں — اور فلاطوں حکمت اشراق میں
ریزہ چیں انکا لغت میں جوہری — نحو میں تہے ابن حاجب اور رضی
اصمعی سے بڑہکے دونو تہے ادیب — تہے فصاحت میں بہی سحبانکے رقیب

جھڑتا تھا موتی ہر ایک تحریر میں
پھول منہ سے جھڑتے تھے تقریر میں

علم میں تاریخ کے تھے بے نظیر
واقدی ایک دوسرا ابن اثیر

ہندسہ میں اُنکو تھا ایسا کمال
بدر تھے وہ اور اقلیدس ہلال

طب حدیث و فقہ قران و نسب
ابن سینا کی طرح تھے حفظ سب

علم مجلس اور آداب طعام
علم تدبیر سیاست اور کلام

الغرض ہر علم میں وہ طاق تھے
نیزہ و شمشیر میں مشاق تھے

ایک سے ایک تھا بڑھکر ہر طرح
تھی عنایت شاہ کی اُنپر ہر طرح

دل میں گذرا شاہ کے اندیشہ یوں
امتحاں میں آج ان دونو نکالوں

ایک کو تنہا بلا ایوان میں
یہ کہا چپکے سے اس کے کان میں

یہ جوان تیرا جو ہے یار و رفیق
حال پر جسکے تو ہے اتنا شفیق

کرتا رہتا ہے تری بد گوئیاں
تیری غیبت اسکے ہے ورد زباں

چور ہے گندہ ہے جھوٹا ہے حقیر
تجھکو کیا کیا یہ نہیں کہتا شریر

یہ توجہ سے رہا سنتا مگر
مسکرا کر یہ کہا اے دادگر

آج تک دیکھا نہیں میں نے کوئی
اسکے جیسا نیک و بے نفس آدمی

دوست میں وہ دیکھتا ہے عیب گر
منہ پہ کہدیتا ہے اسکے بے خطر

آزمایا اُسکو میں نے بارہا
جھوٹ کی عادت نہیں اسمیں ذرا

ہے یہ ممکن مجھہ میں ہوں یہ عیب سب
ورنہ وہ کہتا نہ ہرگز بے سبب

شاہ نے اس سے کہا پھر غصہ ہو
تجھہ میں جا غیرت نہیں ہے نام کو

پھر بلایا دوسرے کو اپنے پاس
اور کہا سن غور سے اے حق شناس

کیا سبب ہے جو ترا یار فلاں
عیب صد ہا تجھہ میں کرتا ہے بیاں

تجکو کہتا ہے بڑا غدار ہے
چور ہے کذاب ہے مکار ہے

سنکے آیا اسکو غصہ اس قدر	گر رہے تھے جھاگ منہ سے فرش پر
سیکڑوں دشنام پھر اسکو دئے	چھان ڈالے عیب اصل ونسل کے
بادشاہ نے یہ کہا خاموش ہو	ہو گئی معلوم مجھ کو تیری خو
دیکھنا تھا مجھ کو ۔ کرکے سینہ چاک	کونسا تم میں سے ہے باطن کا پاک
اس کا دل ہے صاف تیرا ہے پلید	تو ہے شیطاں اور وہ مرد سعید

نتیجہ

اچھی گر صورت ہو اور سیرت بری	تف ہے اس صورت پہ ہو گو وہ پری

فائدہ

آدمی گر عیب اپنے دیکھتا	فرصت اپنے سے نہ پاتا وہ ذرا
ہے خودی میں محو وہ بیشک وریب	اس لئے ہے دیکھتا اوروں کے عیب
نیک بخت ایسے بھی ہوتے ہیں چند	جو نہیں ہیں عیب چیں اور خود پسند
آئینہ ایماں کا رکھ کر روبرو	دیکھتے ہیں عیب اپنے مو بہ مو

حکایت ۵۴

مور ایک جنگل کے اندر اپنے پر	پھینکتا جاتا تھا دم سے نوچ کر
تھا وہاں موجود دانشمند ایک	دیکھتا تھا غور سے وہ مرد نیک
مور سے اُسنے کہا یہ دیکھ کر	دل نہیں کڑھتا ترا اے جانور
ان پروں کو لوگ کیا کیا شوق سے	رکھتے ہیں قرآں کے اندر ذوق سے
اُن پروں کے پنکھے ہر صبح ومسا	رخ پہ محبوبوں کے کرتے ہیں ہوا
تیری ناشکری و بے باکی ہے یہ	ہے خبر بھی کس کی نقاشی ہے یہ
مور سنکر یہ نصیحت چپ رہا	اشک آنکھوں سے دے لیکن بہا

گریہ اسکا اسقدر تہا دردناک
تہا ہر اک کرتا گریباں بسکہ چاک

اشک جو نکلے جگر کے سوز سے
دیکہکر پتہر بہی اسکو رو پڑے

اشک جو چہوٹے ہوں لے جان پدر
اُنپہ ہنستے ہیں سبہی دیوار و در

مور نے آخر دیا اس کو جواب
اے حکیم باخرد عالی جناب

مبتلائے رنگ و بو ہے تو عزیز
اصل شئے کو دیکہہ لے صاحب تمیز

مجہسے پوشیدہ ہیں کب میرے ہنر
میرے عیبوں کی بہی ہے مجہکو خبر

گوشت ہے میرا نہایت بدمزہ
ہے جہاں میں کون مجہہ سا زشت پا

پر ذرا یہ بہی بتا اے ذوفنوں
جستجو میں ہے میری صیاد کیوں

ہیں میرے دشمن یہی نقش و نگار
میری خوبی نے کیا مجہہ کو شکار

نیلگوں گردن نہ ہوتی کاشکے
خوبصورت یہ نہ ہوتے پر مرے

فکر و غم ہوتا نہ ہرگز جان کا
دور ہر اک شخص مجہسے بہاگتا

تمثیل بامر واقعہ

آج گذرے اس کو پینتالیس سال
حق نے بہیجا ہند پر اپنا وبال

کمپنی کی فوج بگڑی ہر کہیں
ہو گئی کچہہ بدگمانی دل نشیں

افسروں کو مار کر وہ بدشیم
عورتوں اور بچوں پہ کر کے ستم

ہر طرف سے جانب دہلی چلے
ظلم میں وہ بیوفا حد سے بڑہے

راہ میں جو شہر یا قریہ ملا
لوٹ کر خاک سیاہ اسکو کیا

باغیوں کی ایک فوجِ غاصبیں
ایک چہوٹے شہر سے گذری کہیں

تہے وہ عاری دین سے اور شرم سے
سب کے سب خالی دیا اور دہرم سے

لوگ وہاں نکلے دیکہکر ڈرنے لگے
جستجو ہمدردگی کرنے لگے

اک ولیِ حق کا تہا اس جا قیام
قطب وقت اور عہد کا اپنے امام

پاس اس کے آئے وہ سب دوڑتے
رحم آیا اُسکو اُنکے حال پر
کی سفارش اُنکی اُسنے فوج سے
کچھہ دنوں کے بعد پھر بدلی ہوا
جب ہوا معدوم فوجوں کا فساد
عقل چل دی حاکموں کو کر سلام
دعویٔ تہذیب سب نکلا دروغ
عقل اور تہذیب سب جاتی رہی
تھے فرشتے عدل میں جو نامور
جنکے بچے تھے پھول سے
ہوش انکے کسطرح قائم رہیں
حاکموں کی ہو گئیں عقلیں خفیف
ایک مجرم کی جگہ سو بے خطا
عقل ایک لارنس کی قائم رہی
اسطرف خاتونِ انگلستانکا دل
اس کا شوہر رحم کا پتلا تہا جو
تہا فرشتہ قالب انسان میں
ہو گیا بے جان بالکل بے قرار
ہو نہ گروہ بے گناہوں کیطرف
ایسے وقت بد میں وہ عالی تبار
باغ عرفاں کا گل صد برگ تر
التجا کی۔ تا شفاعت وہ کرے
ہو لیا وہ ساتھہ انکے بے خطر
بچگئے بحر فنا کی موج سے
دور دورہ مخبروں کا ہو گیا
خوب نکلے باہمی سب کے عناد
سر چڑہا اُنکے جنوں انتقام
عقل کو غصہ کے آگے کیا فروغ
آدمیت بھی نہ کچھہ باقی رہی
بنگئے غصہ میں چنگیز و تمر
جا بکیں مارے ظالموں کے ہولسے
ماری جائیں جنکی نازک عورتیں
بے گنہ ٹانگے گئے لاکھوں شریف
مار ڈالے پھر نہ دل ٹھنڈا ہوا
اور رچ کے ننگ نے بھی خوب کی
اس ستم کو دیکھکر تہا مضمحل
جس کی تہیں مشہور عادات نکو
جب پڑا یہ ظلم اس کے کان میں
کہتے ہیں روتا تھا ہر دم زار زار
اور لاکھوں بے گنہ ہوتے تلف
ہو گیا حاسد کے کینہ کا شکار
دشمنوں کو خار آتا تھا نظر

موذیوں نے یہ خبر حاکم کو دی
سازش اُسکی باغیوں کیساتھ تھی

باغیوں کے در نہ کیوں جاتا وہ پاس
اور انکو کیا پڑا تھا اسکا پاس

یہ نہ کی تحقیق حاکم نے ذرا
کیوں گیا تھا کام اسنے کیا کیا

تھی کسے فرصت بھلا تحقیق کی
لگ رہی تھی ملک میں اک آگ سی

تھی یہی کافی انھیں بس اک دلیل
ہے یہ موقع ہوں بڑے سارے ذلیل

جنکے ہوں کہنے میں اک خلق کثیر
مصلحت تھی بے خطا ہوں وہ اسیر

ہو جو لالہ زار میں ڈوڈا بلند
خود پسندوں کو نہیں آتا پسند

اعتراض انپر ہے اب کرنا فضول
ہوں یہی شاید حکومت کے اصول

تھی مشیت جب یہی. کسکا قصور
بات جب ہونی تھی وہ ہوتی ضرور

جانتا تھا وہ ولی حق ہر راز
تھا اوسے تسلیم امر حق پہ ناز

غیب کے پردہ میں جو تھا مستتر
آرہا تھا فاش اُسکو وہ نظر

بے گنہ تھا شوق حق میں تر زباں
مثنوی کا شعر تھا یہ ہر زباں

دشمن طاؤس آمد پرّ او
اے بسا شہ را بکشتہ فرّ او

حکایت ۵۵

عہد میں فاروق کے اک بے حیا
چوری کرتے ہیں کہیں پکڑا گیا

لائے جب اُسکو حضور دیں پناہ
اور ثابت ہو گیا اس پر گناہ

یہ ہوا حکم امیر المومنیں
ہاتھ کاٹو جرم میں کچھ شک نہیں

سنکے یہ چلا اٹھا وہ بے شعور
رحم کیجے ہے میرا پہلا قصور

ہم نشینوں نے شفاعت کی بہت
دردمندوں نے حمایت کی بہت

اک نہ مانی اور کہا فاروق نے
حد کرو جاری ہمارے سامنے

جھوٹ یہ بکتا ہے مجھ کو ہے یقیں — اسکی پہلی یہ خطا ہرگز نہیں

ہے میرے رب کی یہ ستاری سے دور — اس غنی کی ہے یہ غفاری سے دور

یوں فضیحت اپنے بندہ کو کرے — اور توبہ کی نہ دے مہلت اسے

یہ سمجھ کر جائے گا اب بھی سنبھل — ہے سزا میں کرتا حق لیت و لعل

باز آتا نہیں جب بے حیا — کرتا ہے آخر کو رسوا برملا

حکایت ۵۶

شہر سے صحرا کی جانب ایک بار — جاتے تھے دوڑے مسیح نامدار

پیچھے مڑ کر دیکھتے تھے ہر قدم — جیسے خائف دیکھتا ہے دمبدم

چڑھ گیا تھا دم قدم تھے رہ گئے — بھاگتے جاتے تھے دم لیتے نہ تھے

دیکھکر ایک شخص نے انکا یہ حال — چاہا ٹھہرا کر کرے اُن سے سوال

مڑ کے عیسیٰؑ نے نہ کی لیکن نظر — چال اپنی اور بھی کی تیز تر

یہ بھی بے فکرا بڑا آزاد تھا — باندھے دامن اور پیچھے ہو لیا

تھک گیا جس وقت یہ مرد ظریف — یوں کہا عیسیٰؑ سے ہو کر کچھ خفیف

آپ کو ہے اپنے اللہ کی قسم — جو رکھیں اب آپ آگے کو قدم

مسکرائے عیسیٰؑ فرخندہ فال — اور کہا اُس سے کہ کر اب تو سوال

یہ کہا اس شخص نے فرمائیے — آپ یوں جاتے تھے بھاگے کسلئے

بھیڑیا پیچھے ہے یا شیر ببر — دشمنوں کو آپکے کس کا ہے ڈر

مار کر عیسیٰؑ نے فوراً قہقہا — یہ کہا جاتا تھا میں رہ میں چلا

ایک احمق پڑ گیا میری نظر — بھاگ اٹھا تھا اُسے میں دیکھ کر

سنکے یہ حیران ہوا وہ آدمی — دست بستہ عرض خدمت میں یہ کی

کیا نہیں ہیں آپ اللہ کے رسول	جنکی ہوتی ہیں دعائیں سب قبول
اسم اعظم یاد ہے وہ آپ کو	جس کے آگے سب مصیبت گرد ہے
قم باذنی گر کہو دعوی کیساتھ	ڈال دے باہر کفن سے مردہ ہاتھ
لنگڑے لولے اور اندھے بے نصیب	مرگی والے اور دیوانے غریب
آپ کی اک چھو سے اچھے ہو گئے	پھرتے ہیں بازاروں میں چنگے بھلے
کیا علاج احمق کا کر سکتے نہیں	یہ تو کچھ آتا نہیں مجھکو یقیں
سنکے یہ تقریر کل حضرت مسیح	بولے سب کچھ جو کہا تونے صحیح
تجربہ اپنا بتاتا ہوں تجھے	آپ بیتی میں سناتا ہوں تجھے
اسم اعظم میں نے مردہ پر پڑھا	ہوگیا وہ حکم خالق سے کھڑا
دم کیا مردہ پہ آنکھیں کھل گئیں	قدرتی لنجوں کی ٹانگیں کھل گئیں
پر نہ کچھ ہرگز ہوا اون کا اثر	آزمایا احمقوں پر بیشتر
پھر سبب کیا ہے کہا اُس شخص نے	راز کب مخفی ہے کوئی آپ سے
یہہ کہا عیسٰی نے ہے اسمیں یہہ راز	ہے مرض اور حمق میں اک امتیاز
ہیں مرض سارے مصیبت اس لئے	رحم آتا ہے خدا کو دیکھ کے
حمق لیکن قہر رب ہے سر بسر	رحم وہ کرتا نہیں مقہور پر
بے اثر رہتے ہیں افسون و دعا	جو چلاؤ تیر جاتا ہے خطا

نتیجہ

ہے عرب کے ایک شاعر کا یہ قول	سچ اگر پوچھو تو ہے سچا یہ قول
کوئی دنیا میں مرض ایسا نہیں	جسکی کی حق نے دوا پیدا نہیں

ہے حماقت پر وہ دردِ لا دوا
جو پھنسا اسمیں نہیں ممکن شفا

حکایت ۵۷

تھا کہیں اک شخص عالم اور ذکی
ناگہاں اس پر مصیبت اک پڑی

موت دیتی تھی دکھائی سامنے
حیلے بچنے کے بہت اُسنے کیے

جب نظر آئی نہ اُس کو مخلصی
وہ گیا لینے صلاح ایک شخص کی

یہ کہا اُس شخص نے اے نیکنام
سادگی ہیں کچھہ نہیں تیرے کلام

ہے حماقت مجھ سے کرنا مشورہ
میں ہوں دشمن مجھسے کیسا مشورہ

مشورت کر جا کر ایسے دوست سے
ہو جو ہمدرد اور صلاح نیک دے

یہ کہا اُسنے کہ اے نامہرباں
دشمنی کا حال ہے مجھپر عیاں

کب مجھے بھولی ہے تیری دشمنی
پر کہاں ملتے ہیں عاقل دوست بھی

گرچہ تو دشمن ہے لیکن عقلمند
فائدہ دے گی تری ہر ایک پند

عاقلا نہ ہوگی جو دیگا صلاح
کام میں جس سے ہو امیدِ فلاح

نتیجہ

یاد رکھہ یہ قول ختم المرسلیں
موتمن ہے مستشار امر دیں

یعنی دشمن بھی صلاح اگر جو لے
فرض تیرا ہے صلاحِ نیک دے

حکایت ۵۸

تھا مجرد اور بوڑھا ایک مرد
آزمودہ تھا جہاں کے گرم و سرد

چین سے رہتا تھا ہر صبح مسا
آئی کم بختی نکاح اُسنے کیا

جبکہ آتے ہیں برے گیدڑ کے دن
اور جو چڑھتا مہر یہ ہے شامت کا جن

دوڑتا آتا ہے جانب شہر کی
بچکے وہ جاتا نہیں زندہ کبھی

بیوی جو آئی بڑی چالاک تھی ‌ ‌ ‌ بد رو یہ بے حیا بے باک تھی
رات دن تھا کھانے پینے سے جو کام ‌ ‌ ‌ پڑ گیا تھا بی چٹوری اُسکا نام
ایک دن مہماں آیا اُن کے گھر ‌ ‌ ‌ شوہر اس کا گوشت لایا سیر بھر
چولھے پر جب دیگچی تھی بھونتی ‌ ‌ ‌ بوٹی اک اک چنکے تر یا کھا گئی
دیکھہ کر ہانڈی کو خالی وہ نڈر ‌ ‌ ‌ جھٹ بلا لائی میاں کو دوڑ کر
اور کہا تم کو نہ آئے گا یقیں ‌ ‌ ‌ ہے مگر سچ جھوٹ ذرہ بھر نہیں
چھوٹی سی بلی ہے یہ دیکھو حقیر ‌ ‌ ‌ بیٹھی ہے کیا بھولی بھالی یہ شریر
کرتی ہے ایلو وہ منہ پنجونسے صاف ‌ ‌ ‌ تا کہ سمجھو تم میرا کہنا خلاف
بھونتی تھی میں مصالحہ گوشت کا ‌ ‌ ‌ گوشت تھا اس طاش میں رکھا ہوا
میں لگی چکھنے مصالحہ کا نمک ‌ ‌ ‌ گوشت کو یہ کر گئی چٹ بیدھڑک
جا کے جلدی گوشت لاؤ اور تم ‌ ‌ ‌ آ کے پھر کر لینا فکر اور غور تم
گربہ مسکیں کو کیا ہو دیکھتے ‌ ‌ ‌ کیا یہ الٹا ہم کو دیگی گوشت وے
کچھہ نہ بولا مرد صاحب دل مگر ‌ ‌ ‌ جا کے لے آیا ترازو دوڑ کر
پلڑہ میں بلی کو رکھا کی نہ دیر ‌ ‌ ‌ وزن میں پوری وہ نکلی ایک سیر
پھر کہا مجھہ کو بتا اے بے حیا ‌ ‌ ‌ وزن ہے بلی کا یا یہ گوشت کا
گوشت میں لایا تھا پورا سیر بھر ‌ ‌ ‌ تو نے بھی دیکھا تھا فوراً تول کر
گوشت ہے گر یہ تو گربہ ہے کہاں ‌ ‌ ‌ ہے جو بلی۔ گوشت کا دے پھر نشاں

نتیجہ

جس کی بیوی ہو حسین اور پارسا ‌ ‌ ‌ ہے اگر مفلس بھی وہ۔ ہے پادشا
جسکی بیوی ہو رفیق و غمگسار ‌ ‌ ‌ گھر میں حاصل ہے اسے باغ و بہار
پارسا اور خندہ پیشانی ہو گر ‌ ‌ ‌ خوبصورت گر نہیں پروا نہ کر

ہے اگر گھر میں گل اندام و حسیں
بدمزاج و جنگجو چیں بر جبیں

جس کے منہ میں ہاتھ بھر کی ہو زباں
اور رہے شوہر سے ناحق بدگماں

کچھ خبر رکھتی نہ ہو اولاد کی
گھر وہ دوزخ ہے نہیں کم تر کبھی

موافقت ہے شوہر و زن میں اگر
حق کی اُس گھر پر ہے رحمت کی نظر

مرد و عورت میں نہیں گر اتفاق
ہے دلوں میں انکے گر بغض و نفاق

قہر رب اُس گھر پہ سمجھو بالضرور
چاہے ان میں ایک ہی کا ہو قصور

فائدہ

جھوٹ میں نقصان ہے سچ میں فائدہ
یاد رکھو ہے عام یہ اک قاعدہ

مصلحت کا قول ہے بالکل غلط
اہل دنیا کی بناوٹ ہے فقط

ایک حکایت ہم سناتے ہیں تمہیں
اہل حق کی خو بتاتے ہیں تمہیں

حکایت

تنگ ہو کر دشمنوں کے جور سے
ہو کے ناراض انکے ڈھنگ اور طور سے

جب نبی نے عزم ہجرت کا کیا
بسترے پر انکے لیٹے مرتضےٰ

سو گئے چادر نبی کی تان کر
تاکہ دھوکہ میں رہیں بیداد گر

سمجھے دشمن سو رہے ہیں مصطفےٰ
راستوں پر پہرہ ہلکا کر دیا

ساتھ لے صدیق اکبر کو نبی
چل دیے وہ شب بہت تاریک تھی

تھے بہت مغموم اور جی تھا نڈھال
تھا یہی پر مقتضائے وحسب حال

تھا وطن کے چھوڑنے کا رنج و غم
اس سے بڑھکر اور کیا ہو گا ستم

اک جگہ ناکے پہ پہرہ دار تھے
دیکھ کر وہ دور سے کہنے لگے

کون ہو تم اور جاتے ہو کہاں
کیا تمہارا کام ہے اس وقت یاں

یہ کہا احمد نے اے یار نکو — امتحاں کا وقت ہے ہشیار ہو
کذب سے کرنا نہ آلودہ زباں — حافظ جاں ہے خدائے لامکاں
اے میرے صدیق میرے جاں نثار — حشر میں کرنا نہ مجھکو شرمسار
جھوٹ سے ہرگز نہیں بچتی ہے جاں — حفظ میں اُسکے ہے جانِ انس و جاں
بول دے سچ۔ ہے ترا صدیق نام — جھوٹ کہنا ہے کہیں مردوں کا کام؟
یہ جواب اسنے دیا کھا کر قسم — ہیں ابوبکر و محمدؐ دونوں ہم
کہہ کے یہ دونوں نے مارا قہقہا — اور ہنسی میں بات دی اُنکی اُڑا
سنکے آپس میں لگے کہنے شقی — ہم سے کرتے ہیں مسافر یہ ہنسی
ہوتے یہ صدیق اور احمد اگر — نام اپنا کیوں بتاتے بے خطر

نتیجہ

راست گوئی سے بہت خوش ہی خدا — سچ کہا ہے سانچ کو ہے آنچ کیا

بچوں کی تعلیم وتادیب

اپنے گھر والوں کو اپنے نفس کو — نار دوزخ سے بچاؤ دوستو
یعنی یہ کافی نہیں نزد خدا — تم کرو صرف اپنے دم سے اتقا
بیوی اور اولاد کے ہو ذمہ دار — تاگناہوں سے رہیں وہ برکنار
بچہ کو سکھلاؤ تہذیب وادب — عادتیں نیک اور نیک اطوار سب
شرب کے آداب آداب طعام — سب سے پہلے اُسکو سکھلاؤ تمام
بچہ پہنچے جب سن تمیز پر — نیک چلنی اسکے دل پر نقش کر
اُس کا دل ہوتا ہے بالکل موم سا — نقش جو چاہے تو دے اسپر بیٹھا
دلمیں اُسکے تو جما بچپن سے دے — خلق خوش سے پیش آ ہر شخص سے
جھوٹ اور غیبت کو بالکل ترک کر — گالی اور سوگند سے بھی کر حذر

غیر سے یا خویش سے یا بھائی سے
پیش آ سب سے تو بھلمنسائی سے

جھکتا ہے آگے قوی کے ہر ضعیف
جو ضعیفوں سے جھکے وہ ہے شریف
نیکی کرنی چاہیئے انسان کو
ہر کسی کے ساتھہ جو جاندار ہو
ہر جگہ ہر وقت اور ہر طور سے
جسقدر ہو اور جبتک ہو سکے

مان جائے پیار سے بچہ اگر
اُسکو سمجھا پیار سے غصہ نہ کر
گر نہ مانے پیار سے گر گوشمال
لاڈ میں بچہ کا ہوگا بد مآل
اسکے آگے ہر مناسب وقت پر
ہر بھلی عادت کی تو تعریف کر
بچہ کوئی کام گر اچھا کرے
دل بڑہا شاباش کہہ انعام دے
مدرسہ جانے کی رکھہ تاکید سخت
یہ کہو غفلت نہ کر اے نیک بخت
وقت یہ ہرگز نہ پھر کر آئے گا
ہوگا جب ناچار پھر پچھتائے گا
اور کہو استاد کی تعظیم کر
ہے وہ روحانی پدر تکریم کر
پالتا ہے باپ تیرے جسم کو
وہ خورش دیتا ہے جانکو تو بنو

ایک ضروری بات یاد آئی مجھے
ہے جتانا اسکا بھی لازم تجھے
عشقیہ اشعار غزلیں مثنوی
مخش ناٹک اور ناول ریختی
ایسی چیزوں سے اسے نفرت دلا
پاس بھی انکے کبھو ہرگز نہ جا
زہر قاتل ہیں یہ بچوں کے لئے
بیج اُنکے دل میں رہتے ہیں چھپے
جبکہ آئی ہے جوانی کی بہار
ناگہاں یہ بیج لیتے ہیں ابھار
وہ شجر ہوتا ہے اُسکا ماحصل
زہر افعی سے برا ہے جس کا پھل
بنگئے بچپن میں جو عاشق مزاج
کل وہ ڈوبینگے اگر ڈوبے نہ آج

کرکے کوشش جبر کرکے جا بجا
جمع کرتے ہیں جو بعضے مال و زر
کچھہ نہیں ایمان کا کرتے خیال
سر پہ لیتے ہیں قیامت کا وبال

بال مکھی دیکھتے ہرگز نہیں
ہر ضم ہے سب کچھہ جو ملجائے کہیں

جانتے ہیں وہ بھی. یہ مذموم ہے
کس لئے کرتے ہیں کچھہ معلوم ہے

جھیلتا ہے باپ تکلیف اس لئے
تاکہ اولاد اسکی سب سکھہ سے رہے

ہوں نہ وہ محتاج اور دریوزہ گر
سب فراغت سے کریں اپنی گذر

پر نکلتی ہے وہ اولاد ایسی بد
باپ کی امید ہوجاتی ہے رد

قدر زر کرتے نہیں وہ ذرہ بھر
قدر جانیں خود کمایا ہو اگر

ضائع کر دیتے ہیں جلد ہی مال سب
عیش میں رہتے ہیں غافل روز و شب

اس سے تو بہتر ہے یہ. تو اپنا زر
بچوں کی تعلیم و تن پر خرچ کر

تاکہ وہ پیدا کریں علم و کمال
علم کی دولت ہے بیشک لازوال

وہ اگر تعلیم میں غفلت کریں
ہے بری تو گر وہ تکلیفیں سہیں

ہے عدو بیٹے کا تو اے ناشناس
چھوڑتا ہے مال جو جاہل کے پاس

عورتیں اور تعلیم

بچوں کی تعلیم و تادیب میں
ماؤں کو لازم ہے کوشش وہ کریں

ماں اگر ہوگی سگھڑ لکھی پڑھی
بچے رہنے کے نہیں جاہل کبھی

اس لئے ہے فرض تعلیم زناں
ورنہ ہو سکتی ہے ماں عاقل کہاں

یہ نہیں کہتا کہ سب بے لے بنیں
جا کے پبلک ہال میں لکچر سنیں

چکی چولھے کو وہ سمجھیں عار و ننگ
سو فی کہا گہ دیکھہ کر ہوویں دنگ

نوکروں پر چھوڑ کر سب انتظام
زیب و زینت سے فقط رکھیں وہ کام

اپنے بچوں کی نہ لیں مطلق خبر
دلمیں شوہر کا نہ ہو خوف و خطر

کافی یہ تعلیم ہے اوس کے لئے
انتظام خانہ داری کر سکے

پڑھہ سکے خط کر سکے گھر کا حساب
لکھہ سکے خاوند کو خط کا جواب

پرورش بچوں کی ۔ تعلیم و ادب کر سکے اچھی طرح موقع ہو جب
نیک و بد کی اس کو آجائے تمیز جان سے خاوند کو رکھے عزیز
بیہودہ ضائع کرے اسکا نہ مال اسکی عزت کا رکھے ہر دم خیال

حکایت ۶

ایک دن محمودِ فرخندہ تبار بیٹھا تھا خلوت میں تھے موجود یار
پاکے موقع ایک مصاحب نے کہا عرض ہے اک۔ ہو اجازت گر شہا
شہ نے فرمایا کہ ہاں بیشک کہو بے تامل پوچھو وہ دل میں جو ہو
عرض ہے میری۔ مصاحب نے کہا کیا سبب ہے۔ یہ کہ شاہ باصفا
ہے ایاز سادہ رو پر اسقدر مہرباں۔ ہے اُسمیں کیا ایسا ہنر
ہے لڑاکا وہ چھچھورا اور غبی حرکتیں ہیں اسکی طفلانہ سبھی
فوج کے سردار درباری امیر بخشی و دیواں مصاحب اور وزیر
سب کے سب ہیں تنگ اُسکے ہات سے ہر کوئی خائف ہے اُسکی ذات سے
شہ نے فرمایا کہ ہیں اسکا جواب بر سر دربار دونگا باصواب
یہ کہا ایک دن بھرے دربار میں امتحاں دو خیر خواہی کا ہمیں
ایک موتی بے بہا شہ کے پاس دیکھ کر ہوتے حیران در شناس
لاکے ڈبیا سامنے شہ نے رکھی ایک ہتوڑا ہی منگایا آہنی
صدر اعظم کو بلا کر سامنے یہ کہا سلطان فرخ نام نے
اس در یکتا کی تو قیمت لگا ہے زیادہ لاکھ سے اُسنے کہا
پھر کہا شہ نے نہ کر کچھ بھی خیال ایک ہتوڑا مار اسکو توڑ ڈال
سنکے یہ فرمان سلطان جہاں رہ گیا ساکت وزیر نکتہ داں

گر پڑا قدموں پہ فوراً شاہ کے
اور لگا کہنے نہایت عجز سے

دل میرا دیتا اجازت یہ نہیں
توڑ ڈالوں میں جو یہ دُرِّ ثمیں

خیر خواہی اور نمکخواری کہاں
مال کو شہ کے جو پہنچاؤں زیاں

شاہ نے اس کی بہت تعریف کی
بخشا اُسکو ایک خلعت قیمتی

سامنے آتا گیا ایک ایک امیر
سب نے کی بے خوض تقلید وزیر

پھر کہا سلطان خوش انجام نے
اے ایاز آ تو ہمارے سامنے

دست بستہ آ سلام اسنے کیا
دُر یکتا ہاتھ میں اسکے دیا

اور پوچھا رائے میں تیری ایاس
قیمت اسکی ہوگی کیا کر کچھ قیاس

بولا وہ موتی تو یہ انمول ہے
ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتی یہ شے

گر کہوں دس لاکھ وہ بھی ہے قلیل
اسکے آگے گنج قاروں ہے ذلیل

شہ نے فرمایا ہتوڑا مار کر
ریزہ ریزہ دے بنا ہرگز نہ ڈر

حکم کی تھی دیر اس جاں باز نے
چور موتی کا کیا اک ضرب سے

ایک سناٹا ہوا دربار میں
کھلبلی سی پڑ گئی حضار میں

ہر کوئی کہنے لگا یہ کیا کیا
حق کیا شہ کے نمک کا خوب ادا

یہ جواب اسنے دیا تم سب کے سب
مستحق ہو تم پہ ہو شہ کا غضب

شاہ کو شایاں ہے کیا؟ فرماندہی
ہے ہمارا کام کیا؟ فرماں بری

ایک موتی کے لئے زیبا تھا کیا
ہیں نہ حکم آقا کا اپنے ماننا

حیف تم نے ایک موتی کے لئے
کل وفاداری کے جوہر کھو دیے

ایک موتی کیا اگر ہوں دس ہزار
شہ کے سر پر سے کروں سب کو نثار

ہو گئے قائل جواب آیا نہ بن
یوں لگے کہنے کہ اے شاہ زمن

لیکن شہ اسیر جو ہے بیجا نہیں
خیر خواہ اس سا کوئی اصلا نہیں

فائدہ

دوست ہوتے ہیں جہاں میں اے عزیز — دو طرح کے چاہیے اُن میں تمیز
ایک تو ہوتے ہیں دولت کے لئے — گرد ہیں پھرتے وہ ثروت کے لئے
مکھیاں ہیں چاہے جتنا دور کر — سمجھا وہ ہرگز نہ چھوڑیں گے مگر
مال ہے جب تک نہ جائیں گے کبھی — جب گئی دولت نہ آئیں گے کبھی
دم میں تو ہرگز نہ ان کے آئیو — داؤں ان اجلاف سے مت کھائیو
بندہ زر ہیں نہ انکو منہ لگا — دے جواب ان کو ٹکا سا برملا
دوسرے ہیں دوست تیری جان کے — پیار کرتے ہیں تجھے تیرے لئے
جو ہر انہیں ہیں محبت کے بھرے — خوں پسینہ پر گراتے ہیں ترے
دیتے ہیں دم دوست پر وہ دمبدم — ایسے ہوتے ہیں مگر دنیا میں کم
دم درم سے تو نہ کرانسے دریغ — بزم میں گل رزم میں ہوتے ہیں تیغ

حکایت ٦١

کہتے ہیں بازار میں بغداد کے — چار اندھے مانگتے خیرات تھے
ایک عرب کا دوسرا ایران کا — ہند کا چوتھا تھا ترکی تیسرا
پاس سے گذرا کہیں اک حق شناس — ایک ہی پیسہ فقط تھا اسکے پاس
دیکے وہ اس نے کہا اے دوستو — چیز لیکر کوئی اسکی بانٹ لو
بولا ہندی میں تو داکھیں کھاؤنگا — ترک بولا میں ازوم منگواؤں گا
کہنے ایرانی لگا اے بھائیو — چاہتا ہے دل مرا انگور کو
لال ہو کر غصہ سے بولا عرب — بکتے ہو میں تو خریدونگا عنب
ہوگئی ان کو جھگڑتے اک گھڑی — نوبت آخر یہ پہنچی ہاتھا پائی کی ؞

اتفاقاً آگیا اک باخرد — اس نے پوچھا کیوں ہے اتنی رد و کد

لڑتے ہو کیوں کس لئے یہ جنگ ہے — کون سا رستہ میں حائل سنگ ہے

یہ کہا سنکر کہ کچھہ مشکل نہیں — میں چکا دیتا ہوں جھگڑا کل یہیں

پیسہ کے انگور وہ لایا خرید — کردی پوری جسکی تھی جو کچھہ امید

وطن دوست کی دعا

جہل نے اس ملک کو گھائل کیا — باہمی جھگڑوں پہ ہے مائل کیا

اے خدا کر پیدا کوئی اہل دل — جسکے کہنے سے یہ دل سب جائیں مل

درمیاں اُنکے ہیں سب لفظی نفاق — اہل دل کردیگا پیدا اتفاق

حکایت ۶۲

کہتے ہیں کوئی تھا سیاح جہاں — کر رہا تھا ایک محفل میں بیاں

اک درخت ایسا ہے ہندستان میں — جس کا سایہ کوسوں ہے میدان میں

عمر ہے اس کی ہزاروں سال کی — بیخ لاتی ہے خبر پتال کی

ہے بلند ایسا کہ عقل اسمیں ہے دنگ — بادلوں میں غرق رہتی ہے پھنگ

پتے وافر پھل مگر لگتا ہے کم — خام پھل قاتل ہے لیکن مثل سم

پختہ پھل اسکا اگر لگجائے ہات — وہ تو ہے تاثیر میں آب حیات

اسکے سایہ نیچے مردان خدا — بیٹھتے ہیں آرزو میں سالہا

ہو اگر محنت کسی کی بارور — زور مارے ساتھہ قسمت بھی اگر

پختہ پھل گر ہاتھہ لگ جائے کوئی — اُسکی ہے تاثیر دائم زندگی

اس حکایت سے ہنر کے داتا رشی — کہتے ہیں اس کو درخت زندگی

بادشاہ کا اک مصاحب تھا وہاں — یہ نہ سمجھا وہ کہ ہے یہ چیستاں

جو سنا تھا کہہ دیا شہ سے شتاب　　دیکر اپنی بھی طرف سے آب و تاب
تھا وزیر اس کا نہایت ہوشمند　　صاحب علم و ہنر پر خود پسند
یہ مصاحب اس سے کچھ ناراض تھا　　بادشاہ سے ساتھ ہی یہ کہہ دیا
اور کا تو کام یہ ہرگز نہیں　　لائے تو لاے وزیر خورده بیں
یہ کہا اس کو بلا کر شاہ نے　　راہ ہندوستاں کی فی الفور لے
دو برس دیتا ہوں میں مہلت تجھے　　اس کے اندر لاکے دے اک پھل مجھے
ورنہ خیر اپنی اور اپنوں کی نہ جان　　ضائع کردونگا ترا سب مال و جاں
لامحالہ وہ وزیر نامدار　　چل پڑا لے کر خزانہ بے شمار
تبت و کشمیر سے سیلاں تک　　سندھ سے بنگالہ و بھوٹان تک
چھان ڈالا اس نے سب ہندو دکن　　شہر اور کوہ اور میداں اور بن
کرچکا جب وہ خزانہ صرف سب　　چل پڑا پیدل نہ چھوڑی پر طلب
پوچھتا تھا ہر کسی سے لے میاں　　دو درخت زندگی کا کچھ نشاں
ہنستے تھے سنتے جو تھے اسکا سوال　　کرتے تھے دیوانہ و احمق خیال
رحم کرتا کوئی۔ کوئی دل لگی　　الغرض پوری یوہیں مدت ہوئی
پھرتے پھرتے پھر ہوگیا ناچار جب　　کی رجوع اللہ کی جانب اسنے اب
آئی آواز اک دل ناشاد میں　　ہے ہمارا دوست اک بغداد میں
مقصد دل اس سے کر اپنا بیاں　　وہ ترے مقصود کا دیگا نشاں
سنکے ملہم سے یہ مژدہ جاں فزا　　دفعتاً بغداد کی جانب چلا
واں ہوا جب شہر میں اسکا گذر　　لوگ جانے اک طرف آئے نظر
یہ بھی اس جانب چلا دیکھا وہاں　　اک بزرگ خندہ رو شیریں زباں
بیٹھا اسکے سامنے باصد ادب　　داستاں اپنی سنائی اسکو سب

سونچکر اُس مرد حق نے یہ کہا — تونے قائل کا نہ سمجھا مدعا
کی نہ کچھہ تونے معانی پر نظر — لفظوں میں پھرتا ہے الجھا بے خبر
ہے درخت زندگی علم و ہنر — معرفت ہے اُسکا وہ پختہ ثمر
جستجو میں جس کے ضائع تونے کی — دو برس تک اپنی ناحق زندگی

نصیحت

کہتے ہیں دانا کہ نخل علم و فن — سچ اگر پوچھو تو تھا ہندی وطن
قدرداں کے لوگوں نے اسکی نہ کی — یعنی صدیوں تک خبر بالکل نہ لی
دیکھکر بے غیرتی وہ جل گیا — لگ گئی دیمک فنا کی گل گیا
پھل رہا تھا جب وہ ہندوستان میں — لے گئے تھے اک قلم یونان میں
کی ترقی کچھہ دنوں وہاں بے بدل — نام یوناں کا ہوا ضرب المثل
ایک قلم لائے کہیں وہانسے عرب — ہوگیا شاداب یوناں سے عرب
چند صدیوں تک وہاں پھولا پھلا — خوب ہی پائی وہاں نشو و نما
اسکی بھی آب و ہوا جو خشک تھی — ناموافق اس بدیسی کو پڑی
کھا گئی اس کو سموم جاں گداز — گر پڑی ناگاہ برق عیش و ناز
لائے وہاں سے اک قلم اہل فرنگ — کچھہ دنوں بڑہنے میں کی وہاں بھی درنگ
راس آئی آخرش آب و ہوا — دفعتاً وہ اسقدر پھولا پھلا
شرق سے لے غرب تک شاخیں بٹیں — اور بلندی میں فلک پر جا چڑہیں
جاگ اٹھا اب نصیبہ ہند کا — وہ بدیسی اپنے پھر گھر آگیا
سینچنا اسکو تمہارا کام ہے — بڑہنے میں اسکے تمہارا نام ہے
یہ وطن آوارہ پھر آیا یہاں — ہے بزرگوں کا تمہارے اک نشاں
اس کی خدمت دل لگا کر سب کرو — پھر نہ جل جائے کہیں ایسا نہ ہو

حکایت ۳۰

یہ کہا شاگرد سے استاد نے
جا ہمارے گھر ابھی تو دوڑ کے

شیشہ اک رکھا ہوا ہے طاق میں
اُسکو لے آ۔ چاہئے ہے وہ ہمیں

ہوشیار و باخرد تھا وہ مگر
ایک کے آتے تھے دو اُس کو نظر

آکر اُسنے یہ کہا استاد سے
شیشے ہیں دو طاق میں رکھے ہوئے

تب کہا استاد نے ہیں تو ابھی
گھر سے آتا ہوں نہیں ساعت ہوئی

شیشہ وہاں اسوقت اک موجود تھا
دوسرا کیا آسماں سے آ پڑا

یا نکل آیا زمیں کے پیٹ سے
ہیں یہ سب تیری نظر کے شعبدے

وہ لگا سوگند کھانے بے شمار
پھر کہا استاد نے اے باوقار

کھاتے ہیں سوگند جو اجلاف ہیں
دور اس سے بھاگتے اشراف ہیں

ہے اگر سچا ہی تو قسمیں نہ کھا
بے ادب نام خدا لب پر نہ لا

توبہ کی استاد کے آگے وہیں
میں کبھی سوگند کھانے کا نہیں

گو بھرے استاد نے لاکھوں ہی سوانگ
تھی وہی مرغی کی لیکن ایک ٹانگ

دست بستہ عرض کی شاگرد نے
جھوٹ کہنے کی نہیں عادت مجھے

آپ مانیں یا نہ مانیں میری بات
شیشے تو ہیں دو ہی اے والا صفات

ہو گیا ناچار جب استاد۔ تو
یہ کہا سچا ہے تو۔ شیشے ہیں دو

ایک شیشہ توڑ ہی دے بے خطر
فکر اپنے دل میں اک ذرہ نہ کر

دوسرا شیشہ اگر ہو پھر وہاں
بے تامل اسکو تو لے آ یہاں

توڑ ڈالا شیشہ اک احول نے جب
دوسرا اسکو نظر آیا نہ اب

دل میں یہ کہنے لگا وہ ناشناس
لیکے منہ کیا جاؤں اب استاد پاس

فائدہ

کہہ گیا ہے صائب خوش اعتقاد	ایک نکتہ جسپہ سب کرتے ہیں صاد
لیتا ہے کامل سے ناقص بیشتر	عیش دنیا کے مزے اے بے خبر
کیا نہیں احول کو تم ہو دیکھتے	لیتا آنکھوں سے ہے دوہرے مزے

حکایت ۶۴

ایک اعرابی تھا رستہ پر کھڑا	کتا اس کا اسکے آگے تھا پڑا
نیم جاں تھا دم تھے باقی تین چار	روتا تھا اعرابی اس پر زار زار
کہہ رہا تھا وہ نہایت رنج سے	ہیں جیوں گا کسطرح پیچھے ترے
پاس سے گذرا اک اہل دل کہیں	اس سے پوچھا کیوں تو ہے ایسا حزیں
کیا سبب ہے اسقدر روتا ہے کیوں	جان اپنی بیطرح کھوتا ہے کیوں
بولا وہ۔ یہ میرا یار باوفا	مر رہا ہے دل میرا ہے کڑھ رہا
جسپہ گذرے جاتا ہے اُس کا جی	کیا خبر تجھ کو پرائی جان کی
تھا نہ کتا یہ تو تھا شیر ژیاں	خوف اس سے کرتا تھا پیل دماں
دن کو یہ ہر روز لاتا تھا شکار	رات کو تھا میرے گھر کا پہرہ دار
پوچھا اُسنے۔ آخر اسکا کیا ہے حال	ہے یہ زخمی یا مرض سے ہے نڈھال
یہ کہا اس نے۔ بتاؤں کیا تجھے	حال یہ اس کا ہوا ہے بھوک سے
سنکے بولا۔ لا دوا ہے یہ مرض	صبر کر تجھکو خدا دے گا عوض
یہ تو بتلا پر مجھے اب اے اخی	پشت پر کیا ہے یہ گٹھڑی سی بھری
بولا اعرابی۔ کہ یہ ہے زاد راہ	ہے مسافر کی یہی پشت و پناہ
اسکے اندر گوشت ہے اور نان ہے	ایک ہفتہ کا فقط سامان ہے

یہ کہا اس نے کہ اے شوم لعیں
کتے کو اسیاں سے دیتا کیوں نہیں

تو نے آنکھوں سے دیا دریا بہا
کیوں نہ ٹکڑا اسکو روٹی کا دیا

بکتی ہر منزل پہ ہے روٹی بہت
تیری نیت ہے مگر کھوٹی بہت

یہ وہ بولا میں نہیں ہرگز سڑی
ہے جنوں حد سے محبت جب بڑھی

مفت کے آنسو بہا دیتا ہوں میں
گرہ گرہ سے کھول کیا دیتا ہوں میں

خرچ کرنے کا تو لے مجھ سے نہ نام
گانٹھ کا پیسہ بہت آتا ہے کام

بے ضرورت میں نہ خرچوں گا کبھی
پیسہ ہوتا ہے سفر میں اشرفی

فرض ہے میرا۔ بچاؤں اپنی جاں
ہے مثل سچ۔ جان ہے تو ہے جہاں

فائدہ

یوں تو بیجا صرف ہے دایم برا
پر سفر میں ہے برا بے انتہا

جب کوئی بہر سفر باندھے کمر
زاد کافی ساتھ لے بہر سفر

صرف بیجا کیا بجا بھی کم کرے
کوڑی کوڑی پر نظر ہر دم کرے

یہ نہ ہو پردیس میں تو خوار ہو
پوچھتے ہیں ہر کہیں زردار کو

تجھ کو لازم ہے بچائے آبرو
جان جائے پر نہ جائے آبرو

فائدہ

ایسے ہوتے ہیں بہت دگلا بھگت
روتے رہتے ہیں بخوف آخرت

ہے نرالا انکی دینداری کا رنگ
رونے میں پانی ہے دل دینے میں سنگ

صبح سے انکو رلا لو تا بہ شام
پر نہ دینگے راہ حق میں ایک دام

ظاہری ہے دینداری کا جلوس
لب پہ ہے قدوس اور دل میں فلوس

حکایت ۶۵

ایک چوہا اور مینڈک یار تھے
بھائی تھے پگڑی بدل دونوں بنے

اسقدر تھی انہیں گہری دوستی
دو تھے قالب جان گویا ایک تھی

باہمی الفت کا دم بھرتے تھے وہ
پہروں سرگوشی کیا کرتے تھے وہ

یہ کہا چوہے نے ایک دن بھائی جان
کیا کروں میری غضب میں آئی جان

جب ترا ہوتا ہے پانی میں قیام
کچھ نہیں دیتی مری آواز کام

چیخنا پڑتا ہے اتنا بار رہا
چیخنے سے بیٹھ جاتا ہے گلا

پر نہیں ملتا ہے پھر بھی کچھ جواب
کون سہ سکتا ہے روز ایسے عذاب

میں بتاتا ہوں تجھے تجویز ایک
کاشکے مل جائے ایسی چیز ایک

اک سرے میں ٹانگ ہو تیری بندھی
دوسرے میں ٹانگ ہو میری بندھی

جب مجھے منظور ملنا ہو کبھی
میں ہلا دوں تو نکل آئے جبھی

بولا مینڈک ہے درست اک کام کر
سامنے تیرے جلاہے کا ہے گھر

کاٹ لا تانی سے لمبا ایک تار
دیکھ لینا ہو مگر وہ استوار

کودتا چوہا چلا میدان میں
تار لے کر آ گیا ایک آن میں

باندھ کر ٹانگیں ہر ایک پھر چل دیا
یہ گیا بل میں وہ پانی میں گیا

دیکھتا تھا ایک کوا سب یہ حال
دل میں سوچا ہاتھ آیا خوب مال

پاکے اپنے بخت کو یوں سازگار
چونچ میں لیکر اڑا اوپر کو تار

بل سے چوہا اور مینڈک جھیل سے
خود بخود آئے گھسٹ تعجیل سے

مینڈک اور چوہے کو جاتا تھا لئے
دیکھتے تھے سب تماشائی کھڑے

ایک نے پوچھا کہ مینڈک کو شکار
کوا کر سکتا ہے یوں بھی زینہار

یہ جواب اس کو ملا ممکن نہیں
اس کو لے ڈوبا ہے اسکا ہم نشیں

صحبت ناجنس کی شامت ہے یہ
احمقوں سے میل کی آفت ہے یہ

نتیجہ

صحبت بد سے رہو تم پر حذر ہے مثل صحبت میں ہوتا ہے اثر
نیک کی صحبت تمہیں دیگی جلا صحبت بد خاک میں دے گی ملا

حکایت ۶۶

ایک حاسد نے کہیں محسود پاس جا کے چغلی کھائی یہ تیرا ایاس
باوفا ہرگز نہیں مکار ہے اس سے رہنا باخبر۔ غدار ہے
ظاہر اگر کرتا ہے تجھ پہ جاں فدا دل میں اسکے کچھ نہیں الفت ذرا
ہے اسی دھن میں لگا شام و سحر کس طرح حاصل کروں میں سیم و زر
بندۂ زر ہے لگی ہے اسکو لو جمع ہو جائیں خزانہ تو بہ تو
سمت شرقی میں جو حجرہ ہے فلاں رات کو جاتا بلا ناغہ ہے وہاں
کھولتا ہے اس کو دم بھر کے لئے چھوڑتا ہے پھر نہ بے تالا دئے
ہو پیارا اسکا کیسا ہی کوئی اسکو لے جاتا نہیں اندر کبھی
دل کو میرے ہے یقیں یہ ناسپاس جمع رکھتا ہے خزانے بے قیاس
ہو گیا حیراں شہ فرخندہ خو یہ دیا فرمان اک سردار کو
جا ابھی اور قفل حجرہ توڑ کے سب اٹھا لا جو بھی وہاں تجھ کو ملے
وہ گیا اور حکم کی تعمیل کی شہ کے آگے لا کے اک گٹھڑی دھری
اتنے میں دربار کے ارکان سب آ گئے۔ حاضر ہوئے اعیاں سب
بادشا دربار میں وارد ہوئے گٹھڑی بھی وہ ساتھ اپنے لے گئے
ماجرا گذرا جو تھا کر کے بیاں یہ کہا کھولو جو ہے اس میں نہاں
کھولی گٹھڑی دیکھتے ہیں اس میں کیا گھاس کی ہیں جوتیاں ادنی قبا

تھیں پرانی جوتیاں ٹوٹی ہوئی — اور قبا پر میل کی تھی تہ چڑہی
شہ نے فرمایا ایاس اے میری جاں — ہیں یہ کیا چیزیں تو کر ان کا بیاں
دست بستہ عجز سے یہ عرض کی — جب چلا گھر سے یہی پوشاک تھی
دیکھتا ہوں اسکو ہر روز ایکبار — تا نہ بھولوں اپنے میں اصل و تبار
مہربانی شہ کی انکو دیکھہ کر — سو گنی آتی ہے آنکھوں میں نظر
رہگئے جلتے تھے حاسد سنکے سن — چپ ہوئے نکلا نہ منہ سے کچھ سخن

فائدہ

جاہ و عزت دوسرے کی دیکھہ کر — دل میں آئے کچھ ترے غیرت اگر
تو ہی یہ کوشش کرے پھر عزم سے — تاکہ اُس سا صاحب عزت بنے
رشک ہے یہ ۔ یہ نہیں عادت بری — رشک کرتے ہیں نہ ہرگز کمی
رشک دل میں تیرے گر آتا نہیں — سچ ہے یہ دل میں نہیں غیرت کہیں
رشک پر ہے کل ترقی کا مدار — گر نہیں رشک اسمیں انساں ہے حمار
دل میں تو چاہے اگر اس کا زوال — یہ حسد ہے اس کو دے دل سے نکال
یہ بری عادت ہے اسکو ترک کر — کر دے برباد اسنے گھر کے گھر
گرتا ہے حاسد ہمیشہ سرنگوں — رتبۂ محسود ہوتا ہے فزوں

حکایت ۶۷

کہتے ہیں تھا اک گدھا سقہ کے پاس — جسکے جینے کی نہ تھی اسکو کچھ آس
بھوک سے لاغر ہوا تھا اس قدر — تھا ہوا سے اسکے اڑنے کا خطر
اس قدر تھا وہ زبیر و ناتواں — ٹنگوں میں اٹکی ہوئی گویا تھی جاں
پشت پر تھے جابجا زخموں کے غار — جن پہ تھا کیڑے سے یہ چل رہے تھے بیشمار

دو قدم تک بھی اگر چلتا کبھی ۔ کہا کے ٹھوکر گر وہ پڑتا تھا جبھی
ناظر اصطبل نے دیکھا اوسے ۔ دل کڑھا اسکی یہ حالت دیکھ کے
تھا تعارف اُسکو سقہ سے قدیم ۔ پوچھا اُس نے کیوں ہوئے یہ ایسا سقیم
یہ کہا سقہ نے بس ظاہر ہے حال ۔ تنگ دستی کا سمجھ لیجے وبال
بولا ناظر سونپ دے اسکو ہمیں ۔ کچھ دنوں تک چھوڑ دے اصطبل میں
اک مہینہ بعد آکر دیکھنا ۔ رنگ کیا لاتا ہے یہ تیرا گدھا
لے گیا ناظر گدہے کو اپنے ساتھ ۔ جا کے باندہا اسکو بھی گھوڑوں کے ساتھ
ٹھاٹھ جو اصطبل کے آئے نظر ۔ کھل گئیں آنکھیں گدہے کی دیکھکر
مستعد سائیس تھے گھوڑونکے پاس ۔ وقت پر دیتے تھے دانہ اور گھاس
مالش انکی کرتے تھے شام و سحر ۔ سقے رکھتے تھے زمیں کو تر بہ تر
بھنگی لے جاتے تھے پس خوردہ خوید ۔ چھوڑتے تھے ایکدم بھی وہاں نہ لید
دیکھ کر یہ ٹھاٹھ بیچارہ گدہا ۔ دل میں یوں کہنے لگا میرے خدا
پوچھنا تجھ سے ہے گو سوء ادب ۔ مجھ میں انمیں فرق اتنا کیا سبب
بھوک سے مجھ کو نہیں جینے کی آس ۔ بے مسالے یہ نہیں کھاتے ہیں گھاس
جب دیا آپیٹ دونوں کو ہمیں ۔ فرق کیوں ہے پھر گدہے اور اسپ میں
روح کو تن کا نشیمن چاہئے ۔ پیٹ کے دوزخ کو ایندہن چاہئے
جسقدر گھوڑے وہاں موجود تھے ۔ اتفاقاً جنگ پر بھیجے گئے
آئے واپس۔ کر کے طے جب راہ دور ۔ تھے وہ گھوڑے سبکے سب زخموں سے چور
وہ بدن جسمیں تھی ریشم سی چمک ۔ خوں میں لتھڑے دم سے لیکر کان تک
تیر دل سے چھلنی ہوا ان کا بدن ۔ خون نہ تھمتا تھا کئے لاکھوں جتن
خاک پر ان کو پچھاڑا باندہ کے ۔ پھل نکالے تیر کے ہر زخم سے

دیکھ گھوڑوں کی تکلیفیں وہ سب
توبہ کر کے کہہ اٹھا اے میرے رب

کل کی تھی تقریر میری سب خلاف
یا الٰہی کر خطا میری معاف

مجھکو اس اصطبل سے جلدی نکال
اس سے تو بہتر ہے سقہ کی پکھال

کوڑی پہ چرنا مجھے منظور ہے
بھوک سے مرنا مجھے منظور ہے

ایسے گھاس اور دانہ کو میرا سلام
بھول کر بھی اب نہ لونگا انکا نام

نتیجہ

چھوڑ حرص اور کام میں اپنے حیثیت
ہے مثل۔ ہر کارے ہر مردے درست

اُڑ نہ استعداد سے بڑھکر بلند
ہر کسے را بہر کارے ساختند

حکایت ۶۸

باندھتے تھے نعل گھوڑے کے کہیں
دیکھتی تھی مینڈکی اس جا وہیں

ٹانگ اٹھا کر نعلبندوں سے کہا
دیکھنا میرے بھی پاؤں تم ذرا

نعل ان میں بھی ابھی تم باندھ دو
ہو جو اجرت واجبی مجھسے کہو

حکایت ۶۹

راوی صادق یہاں اک داستاں
ابن سینا سے ہے یوں کرتا بیاں

میں کسی سے بھی نہ تھا قائل ہوا
ایک بھنگی نے مجھے قائل کیا

سیر کو جاتا تھا میں وقت سحر
ایک کوڑی پہ ہوا میرا گذر

گندگی ڈھوتا تھا اور وہ شوق سے
پڑھ رہا تھا شعر اس مضمون کے

جھانک بھی ہرگز نہ ذلت کی طرف
جی اگر جیتا ہے باعزّ و شرف

سنکر اسکی بات میں حیراں رہا
غصہ ہو کر الغرض میں نے کہا

کام تو کرتا ہے گندا روز و شب   دعوئ عز و شرف۔ ہے یہ عجب
یہ کہا بھنگی نے لے فرخندہ نام   تجھکو تو زیبا نہیں ہے یہ کلام
تجھ سا فاضل تجھسا عاقل اور طبیب   تجھ سا کامل فلسفی تجھسا ادیب
ہاتھ باندھے بادشاہوں کے حضور   سر جھکائے جیسے کوئی پر قصور
کیوں کھڑا رہتا ہے ہر لیل و نہار   کیا نہیں آتی تجھے کچھ شرم و عار
تجھکو خالق نے دیا تھا وہ ہنر   قدر کی تونے نہ اسکی بے خبر
تجھ میں گر ہوتا شرافت کا خمیر   در پہ آتے خود ترے شاہ و وزیر
میں نہیں تجھسا امیروں کا غلام   رہتا ہوں آزاد۔ کرکے اپنا کام
دست و بازو سے کما کر کھائے جو   چین سے آرام سے سو جائے جو
سچ اگر پوچھو وہی اشراف ہے   داغ ذلت سے وہ پاک و صاف ہے
عزت و ذلت میں تجھکو لے عزیز   رائے میں میری نہیں ابتک تمیز

فائدہ

کام کر کیسا ہی ہو خوار اور ذلیل   وہ شرافت کی نہیں ہوتی دلیل
ذات انساں ہے شرافت کا مقر   کام پر ایسا نہیں ہے منحصر
تا بہ امکاں کام کر وہ اختیار   جس سے نظروں میں نہ ہو اوروں کے خوار
خاکروبوں سے کوئی ارذل نہیں   نوکروں سے پر وہ بہتر ہیں کہیں
یہ غلام آقا کے ہیں آزاد وہ   ہیں اسیر فکر یہ دل شاد وہ
ان سے بھی بدتر مگر وہ ہیں بشر   پیٹ جو بھرتے ہیں اپنا مانگ کر

نتیجہ

ہے گدائی اور دریوزہ گری
سب سے بدتر اس سے کم تر نوکری

حکایت

ہاتھ میں اک باخبر لیکر دیا | دیکھتا پھرتا تھا منہ ہر ایک کا
دیں و دنیا کیطرف سے مطمئن | کام اسکو تھا یہی بس رات دن
کوئی بھی چھوڑی نہ بازار و گلی | جسمیں پھر کر جستجو اسنے نہ کی
ایک نے پوچھا کہ اے مرد نکو | یہ بتا کس کی ہے تجھکو جستجو
بولا مجھکو آدمی کی ہے تلاش | ایک ہی انسان مجھے ملجائے کاش
پھر کہا قائل نے تو آنکھیں تو مل | کچھ نظر میں تو نہیں تیری خلل
کوچہ و بازار ہیں انساں سے پر | گر نہیں انساں تو کیا ہیں غور کر
بولا وہ ہیں نام کے انساں سبھی | اصل انساں جسکو سمجھو ہیں وہی
بے زباں ہو اور کرے ہاتھوں سے کام | خشم و شہوت کا نہو ہرگز غلام
ہاتھ میں رکھتا وہ ہو دلکی مہار | تاکہ بے قابو نہ ہو اور بے قرار
ایسے انساں کی مجھے ہے جستجو | ورنہ یوں پھرتے ہیں انساں کو بکو

فائدہ

خاصیت یہ جنس میں انساں کی ہے | ہے جہاں میں وہ بہت اور کم بھی ہے
شکل گو رکھتے ہیں انساں کی سبھی | آدمی انمیں نہیں پر ایک بھی
یوں تو ہیں انسان سے پر دشت و جبال | ہے حقیقت میں مگر قحط الرجال
ہر جگہ انسان ہیں تھوڑے بہت | واقعی انساں ہیں پر تھوڑے بہت

حکایت

حاضر دربار عزرائیل تھا | پوچھا اس سے حق تعالے نے بتا

جان کو کرتے ہوئے قبض اے صفی ۔۔۔ رحم بھی دل میں ترے آیا کبھی
بولا دل کڑتا ہے پر چارہ نہیں ۔۔۔ سامنے آقا کے چلتی ہے کہیں
ایک دن کا ذکر تو ابتک ہے یاد ۔۔۔ دل پہ میرے نقش ہے کل روئداد
جا رہا تھا یوں سمندر میں جہاز ۔۔۔ تیرتی جیسے کہ ہو پانی پہ قاز
تو نے فرمایا بھنور میں وہ پھنسا ۔۔۔ کیل کانٹا اسکا سب کر وہ جدا
اسکے اندر جسقدر تھے آدمی ۔۔۔ قبر سب کی قعر دریا میں بنی
اُن میں سے دو دم فقط وہاں بچ رہے ۔۔۔ دونوں ایک تختہ پہ جاتے تھے بہے
لیٹی تھی ماں اور بچہ چاند سا ۔۔۔ کھیلتا تھا اسکی چھاتی پر پڑا
دودھ پیتا تھا وہ کس انداز سے ۔۔۔ مارتا تھا ہاتھ پاؤں ناز سے
جب کبھی بچہ کو ماں تھی دیکھتی ۔۔۔ اسکی آنکھوں سے ٹپکتی تھی خوشی
دونوں تھے لیٹے ہوئے آرام سے ۔۔۔ اور ہوا جاتی تھی تختہ کو لئے
جا لگا ساحل پہ تختہ جب حضور ۔۔۔ موج زن میرے ہوا دلمیں سرور
یوں کیا تو نے مجھے اسدم خطاب ۔۔۔ قبض کر بچہ کی ماں کی جاں شتاب
حکم کی تعمیل کی۔ اے دادگر ۔۔۔ مثل بسمل لوٹتا تھا دل مگر
ابتک آجاتا ہے جب اسکا خیال ۔۔۔ تازہ ہو جاتا ہے پھر دل کا ملال
حق نے فرمایا تجھے ہے خوب یاد ۔۔۔ آج کی گویا ہے یہ سب روئداد
فی الحقیقت پر الم ہے داستاں ۔۔۔ ہے غضب لیکن ترا حسن بیاں
تجھ کو آگے کا نہیں معلوم حال ۔۔۔ ہم بتاتے ہیں تجھے اسکا مآل
موج سے ہمنے کہا اسکو اٹھا ۔۔۔ اور فلاں جنگل میں جاکر پھینک آ
اُس جگہ تھا اک سہانا مرغزار ۔۔۔ خار و گل پہ آرہی تھی اک بہار
عشق پیچاں اور سبزہ ہم بغل ۔۔۔ لوٹتے تھے اس زمیں پر بے خلل

چشمہ ہائے آب شیریں بے شمار
کھیلتے پھرتے تھے وہاں لیل ونہار

حکم تہا سورج کو وہ چمکے مگر
اُسکو گرمی سے نہ پہنچائے ضرر

اور ہوا کو حکم تہا تاکید سے
ہلکی ہلکی جسم پر اسکے لگے

ابر کو یہ حکم تہا برسے ضرور
گرے اس بچہ کے لیکن دور دور

چار سو سے آئے تا باد خنک
قطرہ اک پہنچے نہ اسکے جسم تک

پہل کی کثرت سے وہانکے کل شجر
منہ میں اسکے دیتے تھے جہلکر ثمر

شیرنی اک تازہ بیائی تہی وہاں
اسکے دل میں رحم ڈالا ناگہاں

دودہ دیتی اسکو آکے چند بار
اپنے بچوں سے سوا کرتی پیار

چند دن کے بعد کوئی بادشاہ
وہاں تعقب میں ہرن کے آگیا

ہو گیا مفتوں اسکو دیکہہ کر
تہی نہ اُسکے کوئی دختر یا پسر

لے گیا اُسکو اٹہا کر گود میں
رکہدیا بیگم کی جا کر گود میں

شاہ و بیگم کا بنا فرزند وہ
شوہر و زن کا بنا دلبند وہ

قد نکالا اس نے وہ سرو سہی
آنکھ جس کو دیکھکر حیراں رہی

دیو ہیکل شیر پیکر پیلتن
جنگ جو زور آزما شمشیر زن

جب ہوا آخر کو وہ پورا جواں
ہو گیا مغلوب اس سے کل جہاں

دودہ کی تاثیر لائی اپنا رنگ
آہنی پنجہ بنا وہ دل کا سنگ

اسقدر ثابت ہوا وہ خوفناک
ظلم کی اُسکے پڑی دنیا میں دھاک

بت بنا کر اپنے رکھے ہر کہیں
جبر سے چہڑوا دیا اسنے سب کا دیں

دلمیں اُسکے اس قدر آیا غرور
تہی رعایا جسقدر نزدیک دور

جمع اُنکو کر لیا اک آن میں
سب کو استادہ کیا میدان میں

اور کہا میں ہوں خدا سجدہ کرو
ورنہ میں دونگا جلا ایک ایک کو

بے گنہ بندے ہمارے سینکڑوں — زندہ پھوکے اور مارے سینکڑوں
ایک تہا بندہ ہمارا وہاں خلیل — زال دنیا کو سمجھتا تہا ذلیل
وہ رہا توحید پر ثابت قدم — آگ میں داخل ہوا بے فکر وغم
نار کو گلنار ہم نے کر دیا — ہکا بکا وہ ستمگر رہ گیا

ظالم کو نصیحت

اصل اپنی دیکھہ کیا نا چیز ہے — جس سے تو پیدا ہوا کیا تھی وہ شے
اور کر انجام پر بہی پھر نظر — خاک رہ جائیگی آخر مشت بھر
پانی اور خاک اصل ہیں تیری عزیز — کونسی انمیں ہے اترانی کی چیز
مغز میں تیرے بھری ہے جو ہوا — پہونک ہے اسکو نکلتے دیر کیا
بس اسی پر ہے تجھے اتنا غرور — اس پہ ہی بھولا خدا کو بے شعور
اسکے بندوں پر ستم کرتا ہے کیوں — گور اپنی آگ سے بہرتا ہے کیوں

حکایت ۲۰۷

کہتے ہیں خوارزم شاہِ نیک بخت — ایک مصاحب پر ہوا ناراض سخت
بچپنے کا تہا وہ اسکا یار غار — شاہ پر کرتا تھا اپنی جاں نثار
تھی محبت شہ سے اس کو اسقدر — جیسے ہو پروانہ عاشق شمع پر
کہتے ہیں ایسا نہ تھا بھاری قصور — کوئی لغزش ہو گئی تھی بالضرور
کھینچکر تلوار شہ آگے بڑھا — تاکہ اس کا سر کرے تن سے جدا
دم بخود تہا خوف سے دربار سب — غصہ سے تھے شاہ کے بیزار سب
پر نہ تھی جرأت کسی کو خوف سے — شاہ سے جاکر سفارش کر سکے
تہا عماد الملک بہی حاضر وہاں — ضعفِ پیری سے نہایت ناتواں

وہ بڑہا آگے رکھا سجدہ میں سر — عرض کی کہ پہلے مجکو قتل کر
یہ نہیں ہرگز گوارا اب مجھے — خون ناحق تیری گردن پہ چڑھے
سر کیا ہے تیری خدمت میں سپید — عرض تیری رد نہ ہوگی ہے امید
قہر شاہ کا سنکے دہیما پڑ گیا — ہاتھ سے تلوار کو کرکے جدا
سر اٹہایا اسنے اپنے ہاتھ سے — اُسکے ہاتھوں پر کئی بوسہ دئے
کی خطا اس شخص کی فوراً معاف — گرچہ تہا یہ مرضی شہ کے خلاف
تہا مناسب اس مصاحب کیلئے — بار احسان سے عماد الملک کے
سر اٹہا سکتا نہ اک لحظہ کبہی — رہتا بندہ اسکا وہ تا زندگی
بر خلاف اسکے دکھائی یہ مزوّر — بولنا تک بھی دیا محسن سے چھوڑ
اس کا جب چرچا ہوا دربار میں — شہر میں کوچوں میں اور بازار میں
یہ کہیں پوچہا کسی نے ایک دن — ہے تو پاگل یا چڑا ہے تجہپہ جن
ہے عجب ناشکر تو اے پر غرور — کیا کیا آخر ترا اس نے قصور
تجہ کو سولی پر سے وہ لایا اتار — ہے یہی اس کا عوض اے بدشعار
یہ کہا اوسنے کہ شکوہ ہے مجھے — بیچ میں کسنے لگایا تھا اسے
شہ میرا آقا میں بندہ شاہ کا — کرتا جو کچھ وہ مجھے منظور تہا
بخشتا یا مارتا اس کی خوشی — اس نے میری بات کردی کرکری

حکایت ۷۳

ہے روایت جبرئیل حق شناس — ایک دن آئے خلیل اللہ کے پاس
اُنکو پیغام خدا پہنچا دیا — پہر سوال اپنی طرف سے بھی کیا
ہو اگر تجہکو کوئی بھی احتیاج — کر بیاں مجہسے کردوں فوراً علاج

سنکے فرمایا خلیل اللہ نے | اس موحد اور حق آگاہ نے
حاجتیں بے شبہ ہیں صدہا مگر | حق نہ دکھلائے مجھے اور انکا در
میری حالت ہے خدا پر سب عیاں | کیا ضرورت جو کروں تجھسے بیاں

نتیجہ

واسطہ بندہ میں اور اللہ میں | کیوں ہو گر کامل یقیں بیچ رہیں

حکایت ۴۷

کہتے ہیں تہا ایک عالم معتبر | شوق تہا اسکو سفر کا اس قدر
ایک جگہ دو دن نہ کرتا تھا مقام | تنگ اور دل خستہ رہتا تھا مدام
پاؤں میں جوتی نہ تھی ننگا تھا سر | رہتا تھا میلا کچیلا بیشتر
تہا سفر میں ایک بار اس راہ سے | ایک گنوار آتا تھا اونٹ اپنے لئے
پوچھا اُس سے ہاں بتا لے جو دہری | بوریوں میں کیا جنس ہے تونے بھری
بولا وہ ہے اکطرف غلہ بھرا | دوسری جانب ہے بورا ریت کا
پوچھا اس نے ریت ہے ناچیز شے | فائدہ کیا اسکے لے جانے میں ہے
یہ کہا ہے ریت تو صرف اسلئے | وزن تا دونو طرف یکساں سہے
یہ کہا عالم نے پھر اے مرد نیک | میں بتا ہوں تجھے تجویز ایک
اونٹ بچ جائے گا تیرا بوجھ سے | ریت کو فوراً زمیں پر ڈال دے
جس قدر غلہ ہے سارا ڈھیر کر | آدھا آدھا اُسکو دو بوروں میں بھر
سنکر یہ کہ کہے ادا وہ بر محل | کرتے کو تھا اسکے کہنے پر عمل
شبہ آسکے دلمیں آیا ناگہاں | اسمیں کچھ اسرار ہے بیشک نہاں
بات تو اس نے بتائی عقل کی | مجھہ کو تو تدبیر یہ سوجھی نہ تھی

پر سبب کیا ہے کہ ایسا خوار ہے — مفلسی سے اسقدر ناچار ہے
سوچتا تھا اور نظر دونوں پہ تھی — تھی کبھی اُس پر کبھی گونونپہ تھی
کر کے دل میں فکر بولا بھائی جان — مجھ سے پوشیدہ نہ رکھ اپنا نشان
تیری دانائی سے کرتا ہوں قیاس — مال و زر ہوگا بہت کچھ تیرے پاس
گر نہ ہوگا بادشاہ کا تو وزیر — کم سے کم ہوگا شہنشہ کا مشیر
یہ جواب اس نے دیا کر تو یقیں — خشک روٹی بھی مجھے ملتی نہیں
ایک بھی کوڑی نہیں ہے میرے پاس — ہے گذر خیرات پہ اے خوش شناس
زندگی عسرت سے کرتا ہوں بسر — پیٹ بھر لیتا ہوں ٹکڑے مانگ کر
ہے یہ شیوہ چرخ کجرفتار کا — یہ رویہ کچھ نہیں اس کا نیا
جسقدر ہوتا ہے انساں باکمال — پاؤگے اتنا ہی اسکو خستہ حال
عقل میں انساں بڑا ہو جسقدر — ہوتا ہے اتنا ہی وہ محتاج تر
سنکے وہ یہ گفتگو حیراں رہا — ہاتھ دونو باندھ کر اُسنے کہا
عقل اپنی آپ رکھیے اپنے پاس — مجھکو کافی ہیں یہ معمولی حواس
کہنا ہی مجھکو پڑا اب صاف صاف — جائیے آگے مجھے رکھیے معاف

فائدہ

علم کی دولت ہے خود وہ لازوال — جسکے آگے ہیچ ہے دنیا کا مال
دولت و افلاس سے کر تو یقیں — فرق شان علم میں آتا نہیں
اور وسیلہ رزق کا اسکو نہ جان — اب و ناں سے علم کی بالا ہے شان
تھے سلف کے جو ائمہ اور حکیم — اور تھے جتنے بزرگانِ قدیم
علم سے ہوتی تھی علم ان کی مراد — تھی نہ غایت اُنکی دنیا کا مفاد
علم کی خاطر تھے پڑھتے علم کو — جاہ دنیا کی نہ کرتے جستجو

جب قبول زر پہ کرتا کوئی تنگ　　دیتے تھے دولت کو ٹھکرا بے درنگ
سادہ ہوتی تھی بہت ان کی معاش　　علم کی رکھتے تھے وہ ہر دم تلاش
کسب سے کرتے تھے وہ اپنا گذر　　زندگی کرتے تھے عسرت سے بسر
اب مگر معکوس ہے دنیا کا رنگ　　صاحب علم اب نہیں رہتی ہیں تنگ
کیونکہ اب پڑھتے ہیں دولت کیلئے　　کسب جاہ اور کسب ثروت کیلئے
علم ہی کی ہر طرف اب پوچھ ہے　　منحصر ہے علم پر ہر ایک شے
علم کا دنیا میں اب تو زور ہے　　اور قلم کا کل جہاں میں شور ہے
ہے ذریعہ علم ہی دولت کا اب　　علم ہی ہے اب ترقی کا سبب
اب تو علم اور عقل ہی ہتھیار ہیں　　جرأت و حسب و نسب بیکار ہیں
علم نے تابع سمندر کر لئے　　اور عناصر کل مسخر کر لئے
ہے بدولت علم کے یہ انقلاب　　ادنیٰ اعلیٰ ہو گئے اعلیٰ خراب
نیم وحشی پڑھ کے انساں بن گئے　　برہنہ تہذیب کی جاں بن گئے
علم سے جب ہو گئے روشن ضمیر　　روستائی بن گئے شہ کے وزیر
جہل سے شاہ اور امیروں کے پسر　　مانگتے پھرتے ہیں ٹکڑے دربدر

ہمارے عالم

علم کہنا پر نہیں اس کو بجا　　جسمیں ہیں عالم ہمارے مبتلا
پڑھتے ہیں وہ شے جو کارآمد نہیں　　کرتے ہیں حاصل نہ دنیا اور نہ دیں
پڑھتے ہیں قرآن نہ پڑھتے ہیں حدیث　　مدتوں پڑھتے ہیں وہ علم خبیث
جو سکھاتا ہے فقط جنگ و جدل　　اصطلاحیں چند بے معنی زٹل
مرغ بازی کے سکھاتا ہے جو ڈھنگ　　عجب و نخوت کا چڑھاتا ہے جو رنگ
پڑھتے ہیں سیرت نہ پڑھتے ہیں ادب　　جانتے ہیں کچھ نہ تاریخ و نسب

حرف اک پڑھتے نہیں اخلاق کا — کیا وہ جانیں ہے ریاضی کیا بلا
نابلد علم طبیعی سے ہیں سب — جانتے ہیں کفر تفتیش سبب
پڑھتے ہیں برسوں میں بتن کا فیہ — جانتے بالکل نہیں جغرافیہ
کہتے ہیں کس کام آئیگی یہ شئے — منزلیں کیا کچھ ہیں کرنی ہیں طے
غافلوں کو یہ نہیں اب تک خبر — ہے یہی تو علم مفتاح ظفر
ہے یہ سب جغرافیہ ہی کا طفیل — ہے یہ سب طے منازل ہی کا ذیل
حکمراں ہر جا جو ہیں اہل صلیب — اسنے ہی چمکا دیا ان کا نصیب
اس سے ہی پہیلا ہے ہر جا انکا دیں — ربع مسکوں انکا ہے زیر نگیں
ہے حکومت ہر جگہ تثلیث کی — ہر جگہ توحید ہے رو بر کمی
سیروا فی الارض جو ہے فرض خدا — مشنری کرتے ہیں اب اسکو ادا
ہم ادا کسطرح کرتے ہیں یہ فرض — کچھ نمونہ اسکا میں کرتا ہوں عرض
سعی کچھ کرتے نہیں تبلیغ میں — گویا کچھ مس ہی نہیں اس سے انہیں
گھر میں ملتا ہے پلاؤ قورما — گھر سے باہر جائے پھر انکی بلا
جو مسائل ہو گئے ثابت غلط — ہیں مصر انپر یہی جاہل فقط
کہتے ہیں دنیا ہے میز مستوی — بیل کے سینگونپہ ہے رکھی ہوئی
گرد دنیا قاف ہے بالکل محیط — خاک و باد و آب آتش ہیں بسیط
یہ جہالت اسپہ پھر دعوی ہے یہ — مثل سابق اب بھی تو فتوی ہے یہ
جو اولی الامر آیا ہے قران میں — اہل ذکر آتا ہے جو فرقان میں
عالمان دیں ہیں انسے مراد — فرض ہے سب پر ہمارا انقیاد
دین کی ہو بات یا دنیا کی بات — حل کریگی حضرت والا کی ذات
ہو سیاست بحث میں یا اقتصاد — یا ہوں سیارات یا سبع شداد

ہیں مبادی سے بہی جنکے نابلد — حمق کی انکے نہیں ہے کوئی حد
مستعد ہیں فتوے دینے کو حضور — آپکا چلتا ہے فتوے دور دور
ان سے پوچہو گر کہیں اشکال ہو — ہو کہیں اغلاق یا اجمال ہو
خامہ ان کا کفر کی ٹکسال ہے — دین انکے عُجب سے پامال ہے
کشتیٔ اسلام اور یہ ناخدا — رحم کر تو رحم ہم پر یا خدا!!

لطیفہ ۷۵

دو مصاحب بادشاہ ہند کے — تہے مقرب اور نہایت منہ چڑہے
خلوت شاہی میں ہر دم باریاب — دونوں تھے لسان اور حاضر جواب
کر رہے تھے ایکدن باتیں بہم — چپکے چپکے شوق سے بے فکر و غم
بادشاہ آئے محل سے اور کہا — جہوٹ کے پل باندہنے سے فائدہ
ایکنے فوراً دیا شہ کو جواب — ہے درست ارشاد اے عالی جناب
جس کو فرماتے ہو کذب و افترا — آپ ہی کی تھی وہ سب مدح و ثنا

حکایت ۷۶

اک سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار — جا رہا تہا پاشنہ گہوڑے کو مار
دیکھتا کیا ہے کہ رستہ میں پڑا — بےخبر ایک شخص ہے سویا ہوا
مار افعی تہا جو اک بالشت بھر — دوڑتا سرعت کے ساتھ آیا ادہر
منہ کھلا دیکہا جو اس نادان کا — فوراً اُسکے منہ میں آکر گہس گیا
کچھہ نہ سوجھی اسکو پھر تدبیر اور — یہ نہ تہا موقع کہ کرتا فکر و غور
چہندے کئے فوراً اُس ناداں کے — خوب گدی پر لگائے تان کے

سیب کے تھے متصل وہاں کچھ درخت انکی جانب بھاگا جب یہ شور بخت
پیچھے پیچھے واں سپاہی بھی گیا ڈھیر تھا بوسیدہ سیبوں کا پڑا
یہ کہا اس سے کہ اب اے نیک پے خیر اپنی گر تجھے منظور ہے
کھا تو اب جسقدر یاں سیب ہیں ورنہ سر تن سے جدا کرتا ہوں میں
پھر کہا اُس سے کہ اچھا تا بشب دم نہ لے اور خوب اسجا دوڑ اب
دوڑا وہ جب دوڑنے سے تھک گیا اور کلیجہ اُسکا غم سے پک گیا
عرض کی اُسنے بعجز وانکسار رحم کر مجھ پر میرا ہے حال زار
فہم میں آتا نہیں کچھ ماجرا ہے عداوت تجھکو میرے ساتھ کیا
مارے تیری اب آیا تنگ ہوں آدمی ہوں میں نہ آخر سنگ ہوں
ٹکڑے کر دے ایک دم تلوار سے جان لے لے تاکہ کل جھگڑا چکے
گو سپاہی نے سنی اُسکی یہ بات پر کیا اُسپر نہ کچھ بھی التفات
اسکو دوڑاتا رہا میدان میں صفرا آیا یک بیک ہیجان میں
دفعتاً اک زور کی پھر آئی قے قے میں دیکھا سانپ اک موجود ہے
دیکھکر آنکھیں کھلیں نادان کی جب وہ سمجھا نیت اسکی نیک تھی
شکر کرکے اُس کے قدموں پہ گرا لیں بلائیں اور گرد اُسکے پھرا

فائدہ

باپ اور استاد سختی گر کریں اور سخت و سست بھی تجھکو کہیں
گو بری معلوم ہو۔ اے میری جان حق میں اپنے تو مگر اکسیر جان
ہیں مصیبت یہ جو دونوں بھر رہے سب یہ ہے تیری بھلائی کے لئے
فرض ہے انکا بجا لاتے ہیں وہ حق کے آگے سرخرو جاتے ہیں وہ
ہے سعادت گر تجھے مد نظر تو بھی اُنکے حکم کی تعمیل کر

حکایت

حضرت موسیٰ نبی محترم	صاحب توریت فرخندہ شیم
بیشتر اس سے کہ پیغمبر بنیں	اور اپنی قوم کے رہبر بنیں
بکریوں کو پال کر قوت حلال	کرتے تھے حاصل وہ شاہ باکمال
بکری ایک ریوڑ سے پیچھے رہ گئی	رات بھر جنگل میں وہ بھٹکی پھری
رات بھر کرتے رہے موسیٰ تلاش	ہوگئے کانٹوں سے پاؤں پاش پاش
تھا تکان اور کوفت کا تو کیا حساب	سوج کر ٹانگیں بھی دے بیٹھیں جواب
ایک جگہ بکری ملی وقت سحر	تھک کے تھی بیٹھی ہوئی وہ خاک پر
لپٹے اسکو پیار سے بوسے دئے	اور ذرا غصّے نہ کچھ موسیٰ ہوئے
پاؤں دابے اور جھاڑے اسکے بال	صاف کی رومال سے بھی منہ کی رال
پوچھا اس سے اے مریجاں دے بتا	ہوگئی تھی کیا کوئی مجھسے خطا
مانا میری تو تجھے پرواہ نہ تھی	اپنی بھی تکلیف کی پروانہ کی
گود میں اوس کو کیا اپنی اٹھا	سردی سے اکڑے ہوئے تھے دست و پا
الفت اُسپر آپنے کی اسقدر	ماں بھی کر سکتی نہیں اولاد پر
یہ تحمل دیکھ خالق نے کہا	اے فرشتو تمنے دیکھا حوصلہ
اسکو شایاں قوم کی ہے سروری	ہے یہ بے شک لائق پیغمبری
ہاں بنی یعقوب کو یہ باکمال	لائیگا مصرِ عقوبت سے نکال

فائدہ

سید القوم خادمہم

کیا پسندیدہ ہے قول مصطفیٰ	بحر کو کوزہ میں ہے گویا بھر دیا

"قوم کا سردار ہے وہ نیک خو" / "قوم کا خادم جو جانے آپ کو"

کسقدر موجز ہے یہ قول رسول / پُر ہیں اس میں کل حکومت کے اصول

اس پہ حاکم گر کریں ہر دم عمل / آئے کیوں انکی حکومت میں خلل

قوم میں پاؤ نہ پھر اک بھی دکھی / ہو کبھی راجہ بھی پرجا بھی سکھی

جسقدر دنیا میں پھیلی ابتری / اصل اُسکی ہے غلط فہمی یہی

کہتے ہیں حاکم کہ ہیں مخدوم ہم / کیونکہ ہے حق نے کیا ہم پر کرم

"ہے خدائی حق" کہ ہم شاہی کریں / جبر سے اپنے خزانوں کو بھریں

پوچھنے والا نہیں ہم سے کوئی / چاہے ہم کچھ ہی کریں نیکی بدی

یہ نہیں منشائے قول مصطفےٰ / بلکہ یہ مطلب ہے ان الفاظ کا

وہ ہو حاکم جسکو اجماع کثیر / منتخب کرکے کرے اپنا امیر

حق کی جانب سے جو ہوتی سروری / خادم قوم اسکو کیوں کہتے نبی

قوم کو یہ بھی نہ ہو گر اختیار / اسقدر بھی ہو نہ گر اسکا وقار

چاہے جس کو اپنی خدمت میں رکھے / ہو جو خائن اُسکو رخصت کر سکے

خادم اسکا کیا ہوا آقا ہوا / قول صادق کا غلط منشا ہوا

ہے امارت صرف خدمت کا مآل / حقیقت کا یاں نہیں کوئی سوال

سیرت شیخین

چاہیئے تجھ کو نجات اپنی اگر / سیرت شیخین کی تقلید کر

ایک حبہ تک بھی بیت المال سے / خرچ اپنے نفس پر کرتے نہ تھے

اپنے عم زادوں کو اور اولاد کو / آل کو بھائی کو اور داماد کو

فائدہ ہرگز نہ پہنچایا کبھی / غیر تھے عامل اُدھر نہیں تاکید تھی

سب امانت سے کرو فرماندہی / پاسبانی اور رعیت پروری

انکی نیت اور عمل کا ہے یہ پہل — ابتک اُن کا عہد ہے ضرب المثل
یہ مگر ثمرہ تہا اس تعلیم کا — تہا نہ جسمیں کچھہ غرض کا شائبہ
گر غرض ہوتی رسالت میں نہاں — ہوتا گر مقصود شاہی جہاں
وہ سمجھتے گر مقدم اور زیاد — قوم سے اپنے ہی کنبہ کا مفاد
کرتے وہ اپنے چچا کو جانشیں — یا نواسوں کو امیر المومنیں
پاک تھی نیت رسول پاک کی — اپنے اوپر بات یہ آنے نہ دی
ورنہ کہتے صاف یہ اہل نفاق — طعن کرتے دشمن اور اہل شقاق
ہم تو کہتے تھے یہی آغاز سے — ہے یہی مقصود اس پرواز سے
اس لئے تم ایک بھی نص صریح — اس قضیہ میں نہ پاؤگے صحیح
اسقدر اس امر میں کی احتیاط — پیش بینی سے کیا یہ انضباط
ہو کوئی گر ہاشمی نیک ذات — لے نہیں سکتا وہ خیرات و زکات
قاعدہ ایسا نہ گروہ باندھتے — بہوکے مرتے سب یہ سارے قوم کے
تھے ارادے جو نبی کے ذہن میں — جانتا تھا ان سے بہتر کون انہیں
تھے وہ دونو رازداران نبی — تھے وہ دونو غمگساران نبی
رہتے تھے ہر دم شریک مشورت — جانتے تھے دین کی وہ مصلحت
پوری پوری کر کے تقلید نبی — نیو پختہ رکھہ گئے اسلام کی
جانشینوں نے خطائیں بھی جو کیں — نیو کو صدمہ نہ وہ پہنچا سکیں
اب بھی ہے اسلام کا جو رعب داب — اے خدا رکھہ اسکو تا یوم حساب
اب بھی تھراتے ہیں دشمن نام سے — چھیڑ کرتے ڈرتے ہیں اسلام سے
ڈالتے ہیں ہاتھ لیکن روک کر — پاؤں انکے کانپتے ہیں سربسر
الغرض باقی ہے جو کچھہ نام شے — سب طفیل حضرت فاروق ہے

گر یہی ختنین کے ہوتے اصول — ڈھیلی پڑتی یوں خلافت کی نہ چول
رکھتے وہ گر اہلبیت مدِ نظر — اور نہ کرتے خانداں کی پچ اگر
انمیں بھی ہوتا یہی ایثار اگر — ہوتا کیوں اسلام یوں زیر و زبر
تازہ کرتا گر نہ یہ گھر کا فساد — عم ہاشم اور ہاشم کا عناد
لگتی کیوں عینِ جوانی میں نظر — ٹوٹتی اسلام کی کیوں یوں کمر
کربلا ہوتی نہ صفینؔ و جمل — ہر جگہ توحید کا ہوتا عمل
دو نظیریں ہیں یہ ایسی بے بہا — اب بھی گر انکی کریں ہم اقتدا
پر وہ ادبار ابھی جائے الٹ — جائے فوراً قوم کی کایا پلٹ
جھوٹے مہدی اور مجدّد اور مثیل — کرتے ہیں اسلام کو خوار و ذلیل
انسے کچھ بنتا نہیں آتا نظر — قوم کو درکار ہے اور اک عمر
دشمنوں کے بد نظر آتے ہیں طور — چاہیے اسلام کو فاروق اک اور
جنکا ڈنکا بجتا ہے عالم میں اب — ہے یہی انکی ترقی کا سبب
چلتے ہیں وہ سنتِ شیخین پر — رکھہ کر انکے قاعدے پیش نظر
چھوڑ بیٹھے جنکو تم مدت ہوئی — ہوا اسی دن سے مگر رو بر کمی

حکایت ۸۰

یہ روایت کرتے ہیں عطار سے — مرشد حق بیں خوش گفتار سے
لے گیا محمود فرخندہ مقام — لوٹ میں ہندوستاں سے اک غلام
ہو گئی اسپر عنایت کی نظر — دی جگہ اسکو برابر تخت پر
فوج کا افسر کیا دیوان کیا — اور لقب فرزند کا اسکو دیا
رو یا کرتا تھا مگر وہ زار زار — آنسوؤں کا ایک لگ جاتا تھا تار

یہ کہا شہ نے کہ اے جان پدر | باعث زاری بتا اخفا نہ کر
دیکھہ تو سارے امیر اور کل وزیر | فوج بھی کل اور کل میرے مشیر
دست بستہ آگے تیرے ہیں کھڑے | ہوں ستارے گرد جیسے چاند کے
عرض کی اُسنے کہ اے بندہ نواز | ہے تری ہستی پہ کل عالم کو ناز
دل ترا ہے معدن جود و سخا | ہاتھ ہیں بحر کرم کان عطا
خالق بخشندہ و رحمان نے | کوٹکر رحمت بھری دلمیں تیرے
تو ہے عدل و رحم میں ضرب المثل | فتنہ سے ہے ملک تیرا بے خلل
علم کا بھی قدرداں ایسا ہی ہے | بیکسوں پر مہرباں ایسا ہی ہے
بچہ سا جب تھا میں ہندوستان میں | نام سے تیرے ڈراتے تھے ہمیں
ماں خفا ہوتی تو یہ کہتی تجھے | دفع ہو محمود لے جائے تجھے
باپ کو یہ سنکے ہوتا تھا ملال | میری ماں سے کہتا تھا اے بد خصال
کیا زباں ہے کاٹ لوں تیری زباں | رحم کا دل میں نہیں تیرے نشاں
کوسنا کیا اور دنیا میں نہیں | قہر رب محمود ہے کر تو یقیں
اسطرح کرتے تھے جب وہ قیل و قال | دلمیں اپنے میں کیا کرتا خیال
اے خدا کیا چیز یہ محمود ہے | برق ہے فرعون ہے نمرود ہے
نام کے سنتے ہی ہو جاتے کھڑے | ڈر کے مارے جسم پر کل رونگٹے
اب بجائے اسکے کیا ہوں دیکھتا | اک فرشتہ تخت پر بیٹھا ہوا
جب وطن نظروں میں پھر جاتا ہے اب | خواب کا عالم نظر آتا ہے سب
کاش ہوتے یاں میرے ماں اور باپ | منفعل ہوتے وہ دلمیں اپنے آپ

نتیجہ

دست دشمن میں اگر آئے قلم | اچھی ہو تصویر ہے امید کم

حکایت ۱۰۸

پوچھا اک درویش سے کیوں شاہ جی | کسطرح سے ہے گذرتی زندگی
بولے وہ کیا پوچھتے ہو اسکا حال | حکمرانی کو نہیں جسکی زوال
پوچھنا کیا حال اسکا اے میاں | حسب مطلب جسکے ہو کار جہاں
آسماں دریا ستارے اور ہوا | جسکے کہنے پر چلیں صبح و مسا
آدمی وحشی ملائک اور طیور | ہوں رضا کے جسکی تابع بالضرور
منحصر بالکل ہوں جسکے قصد پر | کار و بار دین و دنیا سر بسر
سنکے سائل نے کہا شک اسمیں کیا | آپ کا رتبہ ہے اس سے بھی سوا
پر ذرا تشریح بھی کر دیجیے | فہم میں تا آئے خاص و عام کے
یہ کہا اس نے کہ ہے سیدھی سی بات | کوئی پیچیدہ نہیں اس میں نکات
جو کوئی یہ مانتا ہو بالیقیں | امر خالق سے کوئی باہر نہیں
پتہ اسکے حکم بن ہلتا نہیں | حبہ اسکے حکم بن ملتا نہیں
کر دے اک دم میں نہاں کو وہ عیاں | چاہے جب کر دے فنا پل میں جہاں
جسکو للہ ہو جس کی دوستی | اور خدا کے واسطے ہو دشمنی
جینا ہو تو ہو خدا کے واسطے | مرنا ہو تو ہو خدا کے واسطے
خوف دوزخ اور امید جناں | دل میں اسکے ہو نہ دونوں کا نشاں
بے ریا ایسا اگر ہو آدمی | تابع اسکے کیوں نہ ہو چرخ و زمی
ہو رضا خالق کی اور اسکی جو ایک | ہاتھ میں اسکے ہو سب بد اور نیک
حال کیا ہو اسکا اچھا یا برا | جب نہیں اسکو شکایت اور گلہ

فائدہ

معنی ہیں مسلم کے یہ لے پر صفا　　حکم حق پر جس نے دی گردن جھکا
ہو گیا راضی رضائے رب پہ جو　　ڈال دی دریا میں کشتی ہو سو ہو
پہنچا وہ سالم اگر دریا کے پار　　شکر خالق کا کیا اپنے ہزار
ٹوٹی اسکی ناؤ دریا میں اگر　　وہ نہ لایا میل دل میں ذرہ بھر
دلمیں ہو مضبوط اسکے یہ یقیں　　قادر مطلق برا کرتا نہیں
ہے رضا توحید کے در کی کلید　　در حقیقت ہے موحد وہ سعید
ہو کشیدہ تیغ گر بالائے سر　　گرد اسکے زر کی ہو بارش اگر
تیغ کا ڈر ہو نہ ہو کچھ زر کی آس　　اسکے دل میں ہو نہ امید وہراس

حکایت ۱۲۰

کہتے ہیں ایک شخص نے اک شخص کے　　ٹانٹ پر چانٹا لگایا زور سے
نکلی اک آواز اسمیں سے تڑاق　　دی بہت معلوم اسکو ضرب شاق
لینا چاہا اُسنے اپنا انتقام　　اور کیا حملہ کا اس نے انتظام
مارنے مرنے کو تھا تیار وہ　　کیونکہ تھا دلمیں بہت بیزار وہ
جس نے مارا تھا وہ یہ کہنے لگا　　فی الحقیقت ہو گئی مجھ سے خطا
مار کھانے کو تو ہوں حاضر مگر　　دے جواب اک بات کا مجھکو اگر
یہ تڑاق آواز جو تو نے سنی　　تھی ترے نزدیک یہ کس چیز کی
یہ صدا نکلی تھی میرے ہاتھ سے　　یا ہوئی تھی پیدا یہ سر سے ترے
بولا وہ مجھکو تو فرصت اسقدر　　درد سے حاصل نہیں اے بیخبر
تا کروں اس بات میں غور کچھ　　دل پہ میرے بن رہی ہے اور کچھ
ہاں نہیں دانا نہ میں ہوں فلسفی　　جو کروں تفتیش ان اسبابکی

دے لگا نے جلد چانٹا اک مجھے   تجھ کو بھی تا فکر کا موقع ملے
حل کریں گے ملکے دونوں مسئلہ   شیشے دو دینگے بتا حال قضا

حکایت ۱۲۰

ملک ایراں میں نمائش کے لئے   چند ہندو ایک ہاتھی لے گئے
رکھا اونکو ایک گھر میں یوں نہاں   تا نہ دیکھے بے دئے سارا جہاں
پارہ زر اونکو جو دینا دہیں   جانے دیتے تھے اُسے ورنہ نہیں
چار شائق آئے اور دیکر قسم   یوں کہا دن میں نہیں آسکتے ہم
ہاتھی اپنا گر دکھا دو اب ہمیں   ہم سے مانگو گے جو وہ دینگے تمہیں
یہ کہا ہندو نے اب دیکھو گے کیا   رات تاریک ابر ہے چھایا ہوا
فیل بھی سردی سے ہو کر بیحال   ایک اندھیری کوٹھری میں ہے نہاں
بولے وہ خاموش رہ زائد نہ بول   دیکھ لینگے ہاتھ سے اُس کو ٹٹول
ایک گیا اندر ٹٹولا ہاتھ سے   ہاتھ اُسکا جا لگا خرطوم کے
دیکھنے اندر گیا جب دوسرا   ہاتھ اُسکا جا کے پاؤں پر لگا
تیسرے کا ہاتھ بالکل بے خبر   جا لگا تھا اتفاقاً کان پر
دیکھنے جب چوتھا شخص اندر گیا   ہاتھ اوسکا اوسکی دُم پر جا لگا
پوچھا ہندو نے کہ کیا دیکھا میاں   کیسا تھا ہاتھی کرو ہر ایک بیاں
یہ کہا اک نے کہ وہ نلکا سا ہے   دوسرے نے یہ کہا پنکھا سا ہے
ایک بولا وہ ستوں ہے نرم سا   دوسرا بولا کہ درّہ چرم کا
ایک بولا بولتا ہے جھوٹ کیوں   کون کہتا ہے کہ ہے شکل ستوں
الغرض آپس میں لڑنے وہ لگے   گرم ہو باہم جھگڑنے وہ لگے

ہنستا تھا ہندو کہ ہیں ناداں سبھی	جہل ہے انکی نزاعوں کا سبب
شمع انکے ہاتھ میں ہوتی اگر	اختلاف ان میں نہ ہوتا بال بھر

فائدہ

کیوں ہے غالب اہل دنیا میں نفاق	کیوں نہیں رکھتے یہ باہم اتفاق
جہل کی ظلمت کا ہے یہ سب فساد	سب کو لڑواتا یہی ہے نامراد
علم کی مشعل اگر ہو جلوہ گر	جیسی جو شے ہے وہی آئے نظر

حکایت ۸۴

حضرت یوسف کا کوئی دوست تھا	بعد ایک مدت کے یوسف سے ملا
کر کے آیا تھا سفر دنیا کا وہ	تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھا وہ
بحر اور بر کے عجائب ایک ایک	کر چکا جب سب بیاں وہ مرد نیک
پوچھا یوسف نے یہ اپنے دوست سے	لائے تم کیا ارمغاں میرے لئے
یہ کہا ہر چیز سے تو ہے غنی	تجھ کو ہے پروا بھلا کس چیز کی
قطرہ لاتا کیا ۔ میں دریا کیطرف	ذرّہ کیا لاتا ۔ میں صحرا کیطرف
چیز وہ ثانی نہیں جسکا یہاں	حسن ہے تیرا جہاں میں بے گماں
ہر کوئی اس حسن سے ہے بہرہ ور	حسن کی اپنے نہیں تجھ کو خبر
ایک چیز ایسی میں لایا ہوں عجیب	وہ دکھائیگا تجھے حسن غریب
اور نکالا پھر بغل سے آئینہ	سامنے یوسف کے جب اسکو رکھا
حسن اپنا دیکھکر یوسف گرے	تب زلیخا نے کہا آقا میرے
اب تو میری قدر پہچانے گا تو	عاشقوں کے درد دل کو جانیگا تو
تو کہا کرتا تھا سودائی مجھے	میں نظر آتی تھی دیوانی تجھے

اب پتہ تجھہ کو لگا اے بے خبر — حسن کا ہوتا ہے کیا دل پر اثر

حکایت ۸۵

اک مصور کر رہا تھا اپنا کام — تھا طلسمات اسکی نقاشی کا کام
چیونٹیاں چند پھرتی تھی وہاں — ایک بولی انمیں سے دیکھو توہاں
ڈہا رہا ہے کیا قیامت یہ قلم — یہ مصور ہے کہ ہے مانی رقم
تختہ پہ بکھرے ہوئے ہیں چارسو — نرگس اور سوسن گلاب اور نازبو
دوسری بولی کہ بہینا دیکھہ بہی — ہے یہ ساری سحر کاری ہاتھہ کی
ہے قلم بے جان پھرتی ہے ادہر — جسطرف پھرتا ہے یہ اور جسقدر
تیسری نے یہ کہا اے نیک خو — ہاتھہ کو اسکے نہ فاعل جان تو
ہاتھہ ایک آلہ ہے فاعل آدمی — ہے مصور کی یہ سب جادوگری
چوتہی بولی تو بہی کچہہ پہنچی نہیں — عقل تیری بہی نہیں ہے دوربیں
کام یہ اے جان مصور کا ہے کب — کام اسکی عقل کا ہے سب کا سب
پانچویں ان میں جو تہی سب سے بڑی — تیوڑہی کر کے آنکہہ بہوں کہنے لگی
بہنو ہے فاعل حقیقت میں خدا — عقل کو بہی جسنے ہے پیدا کیا
جان جاناں یعنی سب جانوں کی جاں — ماں سے بہی ہر جاں پہ بڑہکر مہرباں

فائدہ جبر وقدر

گرچہ کہلاتے ہیں فاعل تو یہ سب — ہے حقیقت فاعل انکا ایک رب
سب برابر بہی نہیں ہے یہ عیاں — ایک سے ایک ہے بڑہکر بے گماں
مختلف ہے مرتبہ ہر ایک کا — یاد رکھو خوب ! ہے لغزش کی جا
بعض کہتے ہیں بشر مجبور ہے — مفت یہ مارا گیا معذور ہے

کیا خطا اسکی بھلا چلتی ہے کیا — بے گنہ ہے۔ ہے یہ مامور قضا
بعض کہتے ہیں یہ ہے مختار کل — ہاتھ میں اسکے ہے اپنا عز و ذل
ہے حقیقت میں غلط دونو کلام — اس طرح سمجھے گی تیری عقل خام
اللہ اور عقل آدمی ہاتھ اور قلم — پانچ ہیں یہ نیچے اوپر کر رقم
سب سے جو اول ہے اسپر غور کر — سب سے جو آخر ہے کر اسپر نظر
قادر مطلق ہے اللہِ قدیر — ہے قلم مجبور مطلق ناگریز
وسط میں دونوں کے انسان حقیر — کچھ تو ہے مجبور اور کچھ ہے قدیر
جس قدر ہوگا مراتب میں نزول — قدر کم اور جبر میں ہوتا ہے طول
جسقدر ہوگا مدارج میں صعود — جبر ہو کم قدر ہوتی ہے فزود
جبر پر یا قدر پر کچھ منحصر — ہے نہیں ہر وصف پر کر تو نظر
ہیں صفات کاملک کم ناقص ہیں سب — کل صفاتِ کاملہ یہ رکھتا ہے رب
آدمی میں ہیں اگرچہ سب صفات — ہیں وہ ناقص کل کے کل اور بے ثبات
ہے جگہ انسان کی جو وسط عین — جبر کے اور قدر کے ہے بین بین
ایک حد خاص تک مختار ہے — اس کے آگے پھر بہت ناچار ہے
اسکی میں دیتا ہوں اک موٹی مثال — غور کر اسمیں نہیں جائے مقال

حکایت ۸۶

مرتضےٰ کے پاس ایک طالب گیا — فکر جبر و قدر میں تھا مبتلا
یہ کہا حضرت کرم فرمائیے — اور مجھے یہ مسئلہ بتلائیے
یہ بشر مجبور یا مختار ہے! — اس میں مضمر یا کوئی اسرار ہے
آپ نے فرمایا میرے سامنے — سرو قد اک لحظہ ہو جاؤ کھڑے

اس نے کی ارشاد کی تعمیل جست — آپ نے فرمایا - ہاں بالکل درست
اب ذرا تکلیف اتنی کیجیے — تھوڑی سی ایک ٹانگ اونچی کیجیے
ایک پاؤں پر ہوا فوراً کھڑا — اور کچھہ ارشاد؟ وہ کہنے لگا
عرض یہ بھی کی نہایت فخر سے — اختیار اور مقدرت ہے سب مجھے
یوں کہا حضرت نے کیا شک ہے اگر — دوسری بھی ٹانگ اب کیجے ادہر
کرکے کچھہ کوشش کہا مجبور ہوں — یہ تو ہو سکتا نہیں معذور ہوں
غور کرکے فکر کچھہ اس نے جو کی — سمجھا فوراً جو غرض تھی آپ کی
ہوکے قائل عرض کی اس نے شتاب — آج مجھہ کو ملگیا شافی جواب

نتیجہ

سچ ہے یہ انسان ہے بامقدرہی — اور نہیں اس ساکوئی مجبور بھی

حکایت ۸۰

ایک چور ایک باغ کے اندر گیا — آم کا تھا اک پیڑ اسپر چڑھا
جھڑ جھڑایا اسقدر شاخونکو سخت — ہوگیا آموں سے خالی کل درخت
اتفاقاً آگیا واں باغباں — دیکھہ کر یہ حال پوچھا کیوں میاں
شرم بھی ہے کچھہ - پرائے مال کو — کر رہے ہو اسطرح برباد جو
منہ دکھاتا ہے خدا کو یا نہیں — کیا قیامت پر نہیں رکھتے یقیں
بولا وہ یہ باغ ہے ملک خدا — اور میں بندہ خدا کا تجھکو کیا
وہ کھلاتا ہے مجھے کھاتا ہوں میں — حکم اُس کا ہی بجالاتا ہوں میں
جاہلانہ عیب ملامت سے تری — یہ ملامت سب جہالت ہے تیری
سنکے یہ تقریر بولا باغباں — آپ کی منطق تصوف کی ہے جان

دل میں اپنے یہ کہا۔ خانہ خراب ‏ ‏ ایسی ہی منطق میں۔ ہیں دونگا جواب
یہ کہا نیچے تو حضرت آئیے ‏ ‏ بندہ پر بھی کچھ کرم فرمائیے
ہے غنیمت آپ کی صحبت بہت ‏ ‏ جاہلوں کی ہو گئی کثرت بہت
بعد مدت کے ہے اک صوفی ملا ‏ ‏ جس سے یہ نکتہ سنا توحید کا
آپ ہی سے ہوں گی حل سب مشکلات ‏ ‏ آپ ہی دکھلائینگے راہ نجات
نیچے جب آیا۔ لیا اسکو پکڑ ‏ ‏ ایک رسی سے دیا فوراً جکڑ
پیڑ سے اس بے خرد کو باندہ کر ‏ ‏ مکے مارے خوب اسکے جسم پر
باغباں لاٹھی لگا جب مارنے ‏ ‏ گڑگڑا کر یہ کہا مکار نے
کچھ تو اے ظالم خدا سے شرم کر ‏ ‏ مارتا ہے بے گنہ کو اس قدر
ہنس کے بولا باغباں باشعور ‏ ‏ دعویٰ اپنا کیوں بھلا بیٹھے حضور
بندہ کوئی فعل کر سکتا ہے کب ‏ ‏ ہو نا گر اس فعل کا جاہے نہ رب
کس نے اس لاٹھی کو ہے پیدا کیا ‏ ‏ اس کا خالق کون ہے یہ تو بتا
کس نے بازو میں میرے طاقت یہ دی ‏ ‏ ہے نشانی یہ خدا کے فضل کی
پشت و پہلو جس پہ یہ پڑتی ہے مار ‏ ‏ وہ بھی دونوں ہیں عطائے کردگار
ہے گلہ ناحق تجھے اے بے شعور ‏ ‏ حکم ہے حق کا نہیں میرا قصور

نتیجہ

قول ہیں کامل کے حق ہوگا نہاں ‏ ‏ ہو بظاہر گرچہ کفر اسمیں عیاں
جو کہا منصور نے بالکل وہی ‏ ‏ کہتا تھا فرعون خفتہ بخت بھی
قول تھا اک، پر زبانیں مختلف ‏ ‏ مدعی تھا اک اور اک معترف
ہو گئی تھی اک زباں حق میں فنا ‏ ‏ دوسری تھی سر سے پاؤں تک انا
بھیجتے رحمت ہیں سب منصور پر ‏ ‏ کرتے ہیں فرعون پر لعنت مگر

حکایت ۸۷

ایک شخص آیا رسول اللہ کے پاس ‏ عرض کی یہ اے رسول حق شناس
نفس کے ہاتھوں بہت ہی تنگ ہوں ‏ عاری ہوں دنیا کا دیں کا ننگ ہوں
ہوں گنہ میں غرق سر سے پاؤں تک ‏ کون ہے عصیاں میں مجھ سا منہمک
عیب کرتے ہو گئی آدھی صدی ‏ جزو سیرت ہو گئی گویا بدی
دست گیری کیجئے ہے وقت کرم ‏ ورنہ جاتا ہے کہلا سارا بھرم
چار مجھ میں عیب ہیں وہ خوفناک ‏ وہ نہ چھوٹیں گے کبھی جز زیر خاک
ہوں میں زانی اور شرابی اور چور ‏ جھوٹ کا بھی ہے میرے دنیا میں شور
یہ کہا بس بول آئندہ نہ جھوٹ ‏ پھر خدا چاہے تو سب جائینگے چھوٹ
عزم ہو مضبوط پر اے نیک خو ‏ توڑتا توبہ پھرے ایسا نہ ہو
عرض کی یوں آپ کے سر کی قسم ‏ اس خدائے پاک و برتر کی قسم
اس زباں کو کاٹ ڈالونگا کبھی ‏ بھول کر بھی جھوٹ گر بولا کبھی
رات کو اسنے ارادہ جب کیا ‏ کہ پیے پیالہ شراب ناب کا
دل میں سوچا گر نبی مستطاب ‏ پوچھ بیٹھے کل تو کیا دوں گا جواب
گر کہوں گا یہ کہ پی میں نے شراب ‏ مجھ پہ حد جاری کرینگے وہ شتاب
گر کیا انکار تو ہو گا یہ جھوٹ ‏ آج ہی جائیگی توبہ میری ٹوٹ
توبہ کی اس نے باخلاص تمام ‏ توڑ ڈالے سب خم و مینا و جام
دوسرے دن جب کیا عادت نے تنگ ‏ تھا زنا کرنے کو وہ بے نام و ننگ
دل میں اسکے پھر یہی گذرا خیال ‏ اور دیا اسنے ارادہ اپنا ٹال
تیسرے دن قصد چوری کا کیا ‏ پھر وہی اندیشہ دل میں آگیا

الغرض اُسکے گئے سب عیب چھوٹ — کیونکہ اسنے ترک کر ڈالا تھا جھوٹ
ایکدن جب حاضر خدمت وہ تھا — پائے اقدس پر نبی کے گر پڑا
اور کہا حضرت فقط سچ کے طفیل — جانب عصیاں رہا مجھکو نہ میل

حکایت ۸۹

اسقدر آقا کو لقماں تھا عزیز — بے دے اسکو۔ نہ چکھتا کوئی چیز
سامنے آتی کوئی کھانے کی شے — پوچھتا فوراً کہاں لقماں ہے
وہ نہ ہوتا اس کو بلواتا جبھی — اسکے بے کھلائے نہ کھاتا وہ کبھی
یہ کہا کرتا تھا فخراً بارہا — ہوں الش خورہ میں اس لقمان کا
ایک دن ایک خربزہ سوغات میں — کوئی لایا اسکو لے کر ہاتھ میں
اسنے پہلی قاش جب لقماں کو دی — بعد اسکے دوسری اور تیسری
خربزہ کو کاٹ کر قاش ایک ایک — دیتا لقماں کو گیا وہ مرد نیک
جب رہی ایک قاش تو کھایا اُسے — منہ سے باہر چکھتے ہی لایا اسے
اسقدر تھا تلخ و تند اس کا مزہ — آبلہ اس کی زباں پر پڑ گیا
یہ کہا لقمان سے اے آقا کی جان — زہر تو کھاتا رہا اے مہربان
یہ تجھے کہنا تھا لازم۔ نیک خو — تلخ ہے یہ زہر ہے مجھہ کو نہ دو
عرض کی لقمان نے شرم آئی مجھے — قاش کی تلخی سے میں روکوں تجھے
ہاتھہ سے تیرے ہزاروں نعمتیں — کھائی ہیں اس منہ سے بہت اس میں
نامناسب تھا کہ یہ کہتا تجھے — تلخ ہے یہ قاش تو مجھہ کو نہ دے

نتیجہ

ہے بہت ہی سخت اس احساں کی قید — یہ نہ رکھہ محسن کشوں سے کچھہ امید

حکایت ۸۹

ایک عورت جنتی تھی ہر ایک سال — رہتا تھا زندہ نہ کوئی نونہال
بچہ جب ہوتا کوئی دو ماہ کا — دفعتاً ہوتا تلف جیتا نہ تھا
سولہ بچے اس طرح جب مر گئے — گود سے ماں کی خدا کے گھر گئے
ایک دن عورت نے کھینچی ایک آہ — اور کہا تیری دہائی یا الٰہ
ایسی کیا تقصیر اس لونڈی نے کی — دس مہینے ہے امید و جان کنی
آرزو کا نخل جب لاتا ہے بار — دو مہینہ دیکھتی ہوں گل بہار
میں نے کھلتا ایک بھی دیکھا نہ پھول — غم کی آئے دن میرے لگتی ہے ہول
اک بنا دیکھا نہ دیکھی اک بنی — جی میں ہے ہیرے کی کھا جاؤں کنی
کہتی تھی یہ اور ٹپ ٹپ آنکھ سے — اشک تھے اسکے زمیں پر گر رہے
روتے روتے سو گئی وہ گل بدن — دیکھتی ہے خواب میں ہے اک چمن
ہے چمن ایسا شگفتہ پر بہار — باغ ہوں دنیا کے جس پر سب نثار
اس چمن کے درمیاں تھا اک محل — نقشہ جس کا تھا نہایت بے مثل
اس محل پر نام اس عورت کا تھا — موٹے حرفوں میں سیاہی سے لکھا
بچے اوسکے سب کے سب موجود تھے — اسکی جانب کھل کھلا کر سب بڑھے
بولا رضوان تو خدا کا شکر کر — صبر کا تجھ کو ملا ہے یہ ثمر

فائدہ

باغ سے جنت کی ہے ایسی مثال — شمع جیسے نور خالق کی مثال

مثل دونوں کے نہیں یاں کوئی شے
صرف سمجھانے کا تیرے ڈھنگ ہے

حکایت ۹۱

تہا عمامہ ایک واعظ کا بڑا — ایک چھوٹا سا وہ گویا برج تھا
چیتھڑے رومال میں کمخاب کے — تھے کسی استاد درزی نے بھرے
سچ اگر پوچھو نہ تہا پیسے کا مال — ظاہری تھی ٹیپ ٹاپ اُس کی کمال
خوشنما ظاہر میں جیسے ہو بہشت — پر منافق کی طرح اندر سے زشت
ایک طلسم گیر وہ دستار تہی — تھی رعونت سر بسر اسمیں بھری
ایک دن کا ذکر ہے وقت سحر — ایک کوچہ سے ہوا اس کا گذر
تہا اچکا اک کھڑا وہاں گہات میں — مثل نابینا کے لاٹھی ہات میں
وہ جھپٹا مار کر دستار کو — لے اڑا اور ہو لیا بازار کو
اس خوشی سے جا رہا تہا دوڑ کر — لگ گئی ہو ہاتھ جیسے کان زر
دی اُسے آواز واعظ نے ! عزیز — کھول کر تو دیکھ اسے کیا ہے یہ چیز
کھول کر تو دیکھ ہے کتنے کا مال — پھر بھی تو رکھّے تو ہے تجھکو حلال
اس کو کھولا اسکے یہ عیار نے — دھجیاں اور چیتھڑے گرنے لگے
ہاتھ میں آخر کو اُسکے رہ گیا — اک پرانا پارچہ کمخاب کا
اس کو دے مارا زمیں پر زور سے — اور کہا دھوکہ تو دنیا چھوڑ دے
ٹھگنا یوں پھرتا ہے ایماں خلق کا — لے مبارک تجکو ہو یہ چیتھڑا
واعظا تیرا یہی گر حال ہے — تو تو ہم سب کا گرو گھنٹال ہے

نتیجہ

چند روزہ ہے شمع کی جلا
دائمی ہے رونق و رنگ طلا

حکایت ۹۲

نقل ہے یہ ابن ادہم شاہ دیں
بلخ میں تھے صاحب تاج و نگیں

تھے مگر باطن میں وہ صاحب کمال
شاہ ملک فقیر اہل حال و قال

ایک دن بیٹھے تھے چھت پر قصر کی
ذکر کرتے کرتے آنکھہ انکی لگی

دیکھتے ہیں خواب میں وہ ناگہاں
پہر رہے ہیں چھت پر انکی ساربان

"کوئی کہتا تھا کہ دیکھو اس طرف"
"کوئی کہتا تھا ہوا شاید تلف"

"کوئی کہتا تھا میاں آؤ ادہر"
"یہہ نشاں پاتو آتے ہیں نظر"

بہاگتے پہرتے تھے دہم دہم یوں گنوار
دوڑتے میداں میں ہوں جیسے سوار

بادشہ نے اپنے دل میں یوں کہا
کون ہیں یہ لوگ یاں کرتے ہیں کیا

کسطرح سے یاں ہوا ان کا گذر
ہے عجب یہ ماجرائے پرخطر

دل کو اپنے سخت کرکے پھر کہا
کیوں میاں تم اسجگہ کرتے ہو کیا

ایک بولا تہا ہمارا ایک اونٹ
وہ چنے کے کہیت میں چرتا تھا بونٹ

ہوگیا آوارہ وہ اس کہیت سے
ڈہونڈہتے پہرتے ہیں ہم ہر جا اُسے

ڈہونڈہتے ہیں گم شدہ اپنا شتر
اور حرام ہم پر ہوا ہے خواب و خور

شہ نے فرمایا کہ کیا سوتے ہو تم
محنت اپنی رائیگاں کھوتے ہو تم

آدمی ہو چاہئے کچھہ تو تمیز
اونٹ کا کیا کام چھت پر اے عزیز

ایکنے افسوس سے جو تھا کچھہ ذکی
دست بستہ شاہ سے یہ عرض کی

یہ بجا ہے ہم تو ہیں سب باؤلے
منہ گریباں میں بھی اپنے ڈالئے

تخت پر بھی ہے کہیں ملتا خدا
ڈہونڈہئے عزلت میں اپنا مدعا

چونک اٹھے خواب سے سنکر یہ شاہ
تخت چھوڑا اور لی جنگل کی راہ

نتیجہ

چاہیے تجھکو خدا گر اے رفیق ۔ چھوڑ دے دنیا کو یہ ہے اک طریق

دو نو ملجائیں۔ تمنا ہے یہ۔ گر ۔ یہ خیالِ خام دل سے دور کر

حکایت ۹۳

کہتے ہیں تھا گبر اک بسطام میں ۔ عارف بسطام کے ایام میں

اک مسلمان سے تھی اس کی دوستی ۔ کوئی بات اسلام کی جچیں نہ تھی

ایک دن اُسنے کہا یہ گبر سے ۔ کیوں نہیں ڈرتا عذاب قبر سے

دیگا ظالم تو خدا کو کیا جواب ۔ کیوں نہیں ایمان لے آتا شتاب

آگ کو کیوں پوجتا ہے بے خرد ۔ آگ کیا دے گی تجھے اُسدم مدد

ہوگا مشرک سے نہ جب کچھ بھی سوال ۔ حکم ہوگا آگ میں دو اسکو ڈال

آگ کو ہوتی نہیں بالکل تمیز ۔ اسکو سب یکساں ہیں دشمن اور عزیز

معتقد پوجے جو اُسکو سو برس ۔ وہ جلا دے گی اسے بھی مثل خس

گو کرے اسکی خوشامد کوئی لاکھ ۔ اسکو بھی کردے گی آخر کار راکھ

اس خدائے پاک پر ایمان لا ۔ آگ کو بھی جسنے ہے پیدا کیا

شرک سے گندی نہیں دنیا میں چیز ۔ چھوڑ دے تو شرک کو اے بے تمیز

یہ جواب اُسنے دیا اسلام کے ۔ دو نمونے اب ہیں میرے سامنے

ایک تو اسلام شیخ بایزید ۔ ہے زمانہ میں جو یکتا اور فرید

تاب و طاقت اُسکی میں رکھتا نہیں ۔ اُسکا سا مشکل ہے ایمان و یقیں

ایسے تو اسلام کا ہوں میں غلام ۔ پر نہیں وہ ہر کس و ناکس کا کام

اور ہے اسلام تیرا دوسرا ۔ ایسے مومن سے تو میں کافر بھلا

دل پہ میں اسلام کی پاتا ہوں گر
بھاگتا ہوں دور تجھکو دیکھہ کر

نتیجہ

ہر کسی کو دعوئ اسلام ہے
پر مسلمان ہونا مشکل کام ہے

حکایت ۹۴

حضرت عیسےٰ کہ ہو ان پر سلام
کر رہے تھے وعظ اکدن وقت شام

لفظ تہا ہر ایک وہ تاثیر دار
دل کے جو فی الفور ہوجاتا تھا پار

ایک سفلہ بھی کہیں وہاں تہا کھڑا
وعظ عیسےٰ کا سنا کہنے لگا

جھوٹ ہے سب مکر کا یہہ جال ہے
حال ذرہ بھر نہیں سب قال ہے

دم طریقت کا عبث بھرتا ہے یہ
خلق کو بدراہ کیوں کرتا ہے یہ

ہے نسب کا بھی اسے اپنے پتا
باپ اس کا کون تھا دے تو بتا

اسکا گھر در ہے نہ پلے مال ہے
پھرتا رہتا یوں ہی خستہ حال ہے

اسکو غیرت ہے نہ پاس ابرو
جہلا ہے بے شرم ہے اور تند خو

ماں کی خدمت کی اسے پرواہ نہیں
گویا بیٹا اسکا یہ اصلا نہیں

ہے کبھی کہتا شریعت پر چلو
سبت کے دن کام کوئی مت کرو

ہیں یہ جب تک قایم افلاک و زمیں
شوشہ اک توریت کا مٹتا نہیں

اور کبھی کہتا ہے یہ اے دوستو
جو تمہارے دل میں آئے وہ کرو

کاہیں کا روزہ بھلا کیسی نماز
ایسی باتوں سے خدا ہے بے نیاز

کیا رکھا ہے شرع اور توراۃ میں
کیوں بھلا پھنستے ہو تم آفات میں

بادشاہت کی کبھی کرتا ہے چاہ
گو کہ ہے قلاش مفلس بے پناہ

کہتا ہے میں ہوں شہنشاہ یہود
ہے غنیمت قوم میں میرا وجود

میں غلامی سے نکالوں گا انہیں	میں ہی آخر کو سنبھالونگا انہیں
خوف سے قیصر کے کہتا ہے کبھی	فرض ہے قیصر کی یہی فرماں بری
بادشاہت آسمانی ہے مری	حاکموں کو دو خراج قیصری
لاابالی ہے غرض سارا کلام	کچھہ نہیں سنجیدگی کا اسمیں نام
کچھہ نہیں اسکے چلن کا اعتبار	یہ کہیں زاہد کہیں ہے بادہ خوار
کوئی بھی اشراف ہے اسکا رفیق	ایک بھی انمیں نہیں اہل طریق
سب یہ جاہل ہیں انہیں تمیز کیا	اسنے دس بارہ لئے الّو پہنسا
کوئی چھوا اور دھوبی ہے کوئی	ہے جولاہہ کوئی اور تیلی کوئی
سنکے یہ تقریر اسکی ناصواب	یہ دیا عیسےٰ نے چپکے سے جواب
تجھہ پہ ہو رحمت خدا کی اے اخی	میرے عیبوں کی خبر مجھہ کو ملی
یہ دعائیں دیتے تھے ۔ وہ گالیاں	کچھہ عجب بیہودہ تھا وہ بدزباں
تھک کے آخر چلدیا وہ بے ادب	ایک حواری نے کہا عیسےٰ سے جب
اسکی جانب سے یہ سختی اور جفا	تیری جانب سے یہ نرمی اور دعا
چاہیئے ترکی بہ ترکی تھا جواب	چڑھتے ہیں سر یونہی یہ خانہ خراب
آپ نے فرمایا میں ناچار ہوں	مجھہ پہ ہے سب کچھہ عیاں پر کیا کروں
طبع میں میری ہے رحمت کا خمیر	مہربانی کا میں ہوں مہر منیر
ابر جو رحمت کا ہو اسمیں بتا	آتش غیظ و غضب کا کام کیا

نتیجہ

نیک سے نیکی ہو اور بد سے بدی	ظرف میں جو ہوگا چھلکے گا وہی

حکایت ۱۵۰

ایک رات آرام میں تھے مصطفےٰ
حکم یہ جبریل کو حق کا ہوا

نیند سے بندہ میرا مجبور ہے
نشۂ غفلت سے یہ مخمور ہے

جا کے سہلا آپکے تلوے بیٹھ کر
کان میں پھر یہ ادب سے عرض کر

اے محمد خواب شیریں میں نہ کھو
وقت اپنا قیمتی ۔ بیدار ہو

تجھ کو کیا نسبت بھلا اس خواب سے
کر ادا اٹھ کر نماز آداب سے

بندہ کو زیبا ہے سر افگندگی
بندہ کو شایاں ہے بالکل بندگی

تو گیا ہے زہد و طاعت کے لئے
کب تجھے بھیجا ہے راحت کے لئے

رکھ زمیں پر عجز سے اپنی جبیں
بھاگے جو طاعت سے وہ بندہ نہیں

تاکہ امت کا تو ہو پشت و پناہ
بخشش انکی مانگ بازاری و آہ

ہم اگر لے بیٹھیں امت کا حساب
ہوگا ہر اک مستحقِ صد عذاب

آئیں اک لحظہ اگر انصاف پر
دوں تری امت سے کل دوزخ کو بھر

آیۂ رحمت ہے تو میرے حبیب
شافعِ امت ہے تو میرے حبیب

رحمتِ عالم ہے تو پیارے رسول
عجز سے کر تو دعا ہوگی قبول

اے محمد ہم نہیں کرتے پسند
یہ کہ پہنچے تیری امت کو گزند

استراحت کی نہ جانب میل کر
بہر امت کر دعا اب تا سحر

بخشوانا اسکا ہے گر مدعا
آپ امت کے لئے زحمت اٹھا

جب سنے الفاظ امت اور عذاب
اور اس کے ساتھ میں لفظ حساب

ہو گیا منہ مصطفےٰ کا ڈر سے زرد
دل سے ان کے ایک نکلی آہ سرد

غار کی جانب ہوئے فوراً رواں
گر پڑے سجدہ میں اور زاری کناں

عرض کی اے میرے ستار و غفور
در پہ حاضر آ ہوا ہے پر قصور

در پہ حاضر ہے ترے اے ذوالجلال
بندہ افسردہ دل آشفتہ حال

در پہ حاضر ہے تیرے در کا گدا | در پہ حاضر ہے غلام باوفا
جب تک اس امت کے میرہی تو گناہ | اپنی رحمت سے نہ بخشیگا الہ
گہر کو واپس میں نہ جاؤں گا کبھی | سر نہ سجدہ سے اٹھاؤں گا کبھی

مُناجات

اے خدا پشت و پناہ بیکساں | اے خدائے خالق کون و مکاں
ہے تیری محتاج مخلوقات کل | ہاتھ میں تیرے ہے سب کا عز و ذُل
جس کو بخشا تو نے عزت کا لقب | خوار اسکو کوئی کر سکتا ہے کب
ہے سراسر مہربانی یہہ تری | اسقدر عزت مجھے دنیا میں دی
آگے بھی تیرے کرم سے ہے امید | عاقبت میں بھی رہیگا روسپید
نفس امارہ کا ہے میرے قصور | جہل سے بہٹکا پہرا میں تجہہ سے دور
در کو تیرے چہوڑ کر در در پہرا | بیذق شطرنج سا گہر گہر پہرا
میں رہا آلودہ عصیاں مدام | ہو سکا مجہہ سے نہ کوئی نیک کام
جب نہ کوئی کام اچہا بن پڑا | اسلئے لایا ہوں تحفہ عجز کا
کہہ گیا ہے ہم سے یہ تیرا رسول | عجز کا تحفہ ہے تیرے ہاں قبول
ہے مجہے امید اے رب قدیر | رد نہ ہوگا تحفہ یہ ہے گو حقیر
اپنے عارف کو تو اے پروردگار | سامنے سب کے نہ کرنا شرمسار
عدل کی میزان میں از روئے عطا | پلڑا دے اعمال کا اس کے جہکا
تاکہ دیکہیں جنکو ہے طاعت پہ ناز | کسقدر مقبول ہیں عجز و نیاز

تاریخ تصنیف

نیست در گوشش دل اہل نظر | ہیچ زیور بہ ازیں سلک دُرر
سال تاریخش بجستم چون ز غیب | گفت ہاتف اے خوشا عقد گہر
١٣٠٦ ھ

غلط نامہ

مہربانی فرما کر پڑھنے سے پہلے اس کتاب کی غلطیوں کی تصحیح فرمالیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
سرورق	۵	جسیں	•	۱۱	۵	نباہ ہو	بنا ہو
۲	۳	راء	رہ	۱۳	۴	اوسکے	پیچھے
۲	۱۸	کام	نام	،،	۱۷	کرکر	کرکے
۲	۱۶	فدائے	فدائی	۱۲	۱۸	رنج سے	رنج سے پایا
۳	۶	سوزش	سوز	،،	۲۰	بند	گھم
۴	۱	اسکو	جنکو	۱۵	۵	اٹھے	اُٹھے
،،	۱۳	سلے دل	دل	،،	۱۹	نو	تو
۵	۱۷	ہومولانا	مولانا	۱۶	۱۳	میری	میرے
۶	۵	شب	لب	،،	۱۶	توہے	تو
۷	۱	سر	بر	۱۷	۱	توڈھونڈھا	میں جاکر
۷	۹	برہنا	برہنہ	۲۰	۲	کیجئے	کیجے
،،	۱۵	پلاؤں	پلاؤ	،،	۸	ہوا	ہو
،،	۱۸	کررہا	کہہ رہا	،،	۱۳	پنی	اپنی
۸	۴	نہ ناک	اور ناک	،،	۱۸	جب	کل
۹	۱۱	پھر	تب	۲۱	۲۰	وہیں	ہیں
،،	۱۲	نعمہ	نغمہ	۲۳	۱۰	کیجیے ر	کیجے
۱۰	۳	میرے	میری	۲۴	۸	اسکی	اسکے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴	۹	بچائی	بچالی	۳۲	۱۶	انگریزوں	انگریزی
۲۵	۸	کہیں	وہیں	،،	،،	ہیں ہمیشہ دو	آئے ہیں انا
،،	۱۱	اوس	اسکو	۳۴	۲۱	کہ	ہیں
۲۶	۴	رمتا	رمتہ	۳۵	۱۸	کرکے	کر
۲۷	۳	درگا	دیگی	۳۶	۹	بادیہ کے بھی	خشک صحرا کے
،،	۱۱	دالوں	ڈالوں	،،	۱۲	چلڈیا	چل دیا
،،	۱۲	گہروہ	گھر جب	،،	۲۰	آیا بتا	آنا ہوا
،،	۱۸	پیغام	پیام	۳۸	۶	باکمال	بدآمال
۲۸	۲۰	زیادہ گر	زیادہ	۴۰	۶	رحمت نے	رحمت سے
،،	۲۱	دہوئے	دہوائے	،،	۱۳	دیا	دریا
۲۹	۵	کبھی	نہیں	۴۱	۲۰	کو	لو
،،	،،	نہیں	کبھی	۴۲	۱۰	اودکی	رودکی
۳۰	۱۰	جب ہی	جبھی	۴۳	۱	سودے	سودا
،،	۱۶	ہے	ہیں	،،	۲	جبکی	جبکی
۳۱	۶	توبہہ	توبہ	۴۴	۵	حجوب	محبوب
،،	۸	یہ دکھہ	کہہ دیہ	۴۵	۱۲	بازار	سرکار
۳۲	۲	دادہش	دادودہش	۴۶	۱۰	صاف	صاف اور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶	۱۴	ابسکے	اسنے	۷۵	۱۲	گئی	کئی	۸۸	۱۱	گو	ہیں	۱۲۳	۹	کرتے	کرنے
۴۹	۱	زند	رند	۷۶	۳	اپنے	اسے	"	۱۴	سپہرا	سپیرا	"	"	ہیں	ہیں
"	۱۴	جہاگئی	چہاگئی	"	۴	جور	چور	۸۹	۱۱	جانتا ہے	دیکھتا ہے	"	"	نہ	مگر
۵۱	۷	اوسکے	اوسکی	"	"	سلطان	شیطان	۹۲	۱۵	تو	تر	۱۲۴	۱۰	اگر اسکا	اگر گسیگا
۵۲	۵	نے پکارا	پکارا	"	۱۷	سوز	شور	۹۴	۷	ایک	اک	۱۲۵	۱۱	یہاں	زبان
"	۷	سوذن	سوزن	"	۳	کہکی	کبھی	۹۵	۱	جب	میرے	۱۲۷	۶	غزرکر	یہ لکر
"	۹	فنون	فرزدن	"	۱۵	ٹکرا	ٹکڑا	"	۱۲	چھوڑے	چھوڑی	۱۲۹	۹	بادشاد	پادشا
۵۲	۱۹	سے	نے	۷۸	۵	وہ	دو	"	"	ہوئے	ہوئی	۱۳۲	۱۶	ٹنکر یہ کے	اکبر کے ٹنکر اسکا
۵۱	۱۱	دوڑتا	دوڑتا اور	۷۹	۷	آدمیوں	رومیوں	۹۷	۹	بازرغ	مازارغ	۱۳۴	۱۳	روشنائی	روستائی
۵۲	۶	اسنے	یہ	۸۰	۹	اپنی	اسنے	۱۰۰	۸	بہی	بہی پر	۱۳۸	۱۱	پرداہ	پردا
۵۷	۲	چلے	ملے	۸۱	۱۴	دے	لے	۱۰۳	۹	جب ہوتی	جو ہونی	۱۴۰	۱۲	رسلے	تیامے
۵۹	۵	حماقت	مصیبت	"	۱۶	دانہ	مجکو اور	۱۰۷	۹	طاش	طاس	۱۴۱	۶	اسپہ گر	دونو داماد
"	۸	سلطان	شیطان	"	۷	اسکا	میرا	۱۱۰	۶	گر	کر	"	"	فتنین	اسپہ گر
۶۰	۱۷	بہر	پہر	۸۳	۲	ہے وہ دیں	بعض اوقات	"	۱۷	آئی	آتی	۱۴۱	۶	چکل	چکل
۶۸	۴	پیشگی	نیکی	"	۴	نفیس	قتیس	۱۱۱	۱۹	کافی یہ تعلیم	بس یہی کافی	۱۴۸	۸	کاملہ یا	کاملہ
۷۰	۲	خانقاد	خانقہ	"	۷	ڈرے	ڈر	"	"	اوس	عورت	۱۵۰	۱۶	چناں	عیاں
"	۲۰	یوں	لیوں	"	۱۷	گلشن	گلشن	۱۱۲	۱۴	ہوتے	ہوتے تھے	۱۵۱	۱۲	کہ	وہ
۷۱	۵	تپتا	بپتا	۸۴	۵	خس	خس	۱۱۴	۱۶	راورزم	اورزم	"	"	بولا	بولوں
"	۱۴	کچھ	تجھے	"	۵	دیکھتی	دیکھی	۱۱۷	۷	پہر گھر	گھر پہر	۱۵۴	۵	کبیر	رکبیر
"	۰	خانقاہ	خانقہ	"	۱۸	راگ	سرود	۱۱۸	۱۶	بہی دے	جاکر	"	۱۷	شمع	طمع
۷۲	۵	مطرت	مطرب	۸۵	۲	ہمارا پا	ہمارے لے	۱۲۰	۵	گرد	اود	۱۵۵	۱۲	دہونڈ	ڈہونڈ
"	۹	پہ	ہر	۸۶	۱	بعضے	بعض	۱۲۱	۱۴	یہ گیا	بہہ گھسنا	۱۵۷	۱۴	تمہارا	تمہارے
۷۳	۸	ہارا	یارا	"	۱۰	چاندنا	چاندنا	۱۲۲	۳	حسود	محمود	۱۶۰	۴	خد	خدا
"	۱۷	لائیں ہم	لائے نہ تو	"	"	غوز	غور	"	۷	خزانہ	خزرنے	"	"	غدائے	خدائے
۷۵	۹	تیرہی	تری	۸۸	۱۱	سب	گیو	"	۸	رات	صبح				

ہشت بہشت

یعنی سوانحمری خواجگان چشت آسمان ولایت کے آٹھ ستارے یعنی حضرات

(۱) قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خواجہ عثمان ہارونیؒ

(۲) عمدۃ الاولیاء زبدۃ الاصفیاء حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیریؒ

(۳) فرد السالکین۔ فرید الکاملین قطب العالمین خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

(۴) حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

(۵) سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ۔

(۶) حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیریؒ۔

(۷) شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ

(۸) حضرت خواجہ ابو الحسن امیر خسرو طوطی ہند ملک الشعراء عارف باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

ان بزرگان دین کے صحیح حالات اور ان کے مزارات کے صحیح اور خوشنما نقشہ جات اور ان کے حالات آخر میں علیحدہ علیحدہ شامل کئے گئے ہیں عمدہ ... ائی۔ ٹائیٹل رنگین دو کلر کا۔ باوجود ان تمام خوبیوں ...

ملنے کا پتہ ... ادہلی

شیخ نار حسد ...

				۵	گرید	اد	۵۵	
	جعل	۱۲۱	۱۴	بہ گیا	بیہ گھسا	۵۷		
	...دنا	چاننا	۱۲۲	۲	محسود	محمود	۱۲۰	
"	غوز	غور	"	۷	خزانہ	خزرنے		
ی	۸۸	۱۱	سب	گو	"	۸	رات	صبح